ہفت روزہ

18

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

18 تا 24 جمادی الاُولیٰ 1431ھ/ 4 تا 10 مئی 2010ء

## قیادت نو کی ضرورت

یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ انسانیت اب ایک نئی قیادت کی محتاج ہے۔ اب تک انسانیت کی یہ قیادت اہلِ مغرب کے ہاتھ میں تھی مگر اب یہ قیادت رُو بہ زوال ہے۔ اس قیادت کے زوال کا یہ سبب نہیں کہ مغربی تہذیب مادّی لحاظ سے مفلس ہو چکی ہے، یا اقتصادی اور عسکری اعتبار سے مضمحل ہو گئی ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مغربی انسان ان زندگی بخش اقدار سے محروم ہو چکا ہے جن کی بدولت وہ قیادت کے منصب پر فائز رہ سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تاریخ کے اسٹیج پر اس کا رول تمام ہو چکا ہے اور ایک ایسی قیادت کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی ہے جو ایک طرف یورپ کی تخلیقی ذہانت کے نتیجے میں حاصل ہونے والی مادّی ترقی کی حفاظت کر سکے اور اُسے مزید نشو و نما دے سکے، اور دوسری طرف انسانیت کو ایسی اعلیٰ اور اکمل اقدارِ حیات بھی عطا کر سکے، جن سے انسانی علم اب تک نا آشنا رہا ہے، اور ساتھ ہی انسانیت کو ایک ایسے طریقِ زندگی سے بھی رُوشناس کرا سکے جو انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہو، مثبت اور تعمیری ہو، حقیقت پسندانہ ہو۔ یہ حیات آفرین اقدار اور منفرد نظامِ حیات صرف اسلام کے پاس ہے۔ اسلام کے سوا کسی اور ماخذ سے اس کی جستجو لاحاصل ہے۔ علمی ترقی کی تحریک بھی اب اپنی افادیت کھو چکی ہے۔ اور تمام وطنی اور قومی نظریات بھی جو اُس دور میں نمودار ہوئے اور وہ تمام اجتماعی تحریکیں جو ان نظریات کی بدولت برپا ہوئیں، ایک ایک کر کے اپنی ناکامی کا اعلان کر چکے ہیں۔

**جادہ و منزل**

سید قطب شہیدؒ

## اس شمارے میں

وقت فرصت ہے کہاں
کام ابھی باقی ہے!

کیا ہم فرماں برداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے؟

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پیغام

ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور

ایک ڈاکٹر نے ہمیں بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا

قرآن کا ایک اور خادم ہم سے جدا ہو گیا

تخیل ملوتی و جذبہ ہائے بلند کا صداق......

نائن الیون کمیشن؟

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (416)

# سورۃ الانفال

(آیت 56 تا 58)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٨﴾﴾

’’جن لوگوں سے تم نے (صلح کا) عہد کیا ہے، پھر وہ ہر بار اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور (اللہ سے) نہیں ڈرتے۔ اگر تم اُن کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پس پشت ہوں وہ اُن کو دیکھ کر بھاگ جائیں۔ عجب نہیں کہ اُن کو (اس سے) عبرت ہو۔ اور اگر تم کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) انہیں کی طرف پھینک دو (اور) برابر (کا جواب دو)۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا۔‘‘

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے یہاں کے تینوں یہودی قبائل کو معاہدوں میں جکڑ لیا۔ یہ آپؐ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ پروفیسر منٹگمری واٹ نے آپؐ کی اس تدبیر اور معاملہ فہمی کی بہت تعریف کی ہے۔ یہود نے یہ معاہدے کر تو لیے لیکن اندر سے وہ دشمن ہی رہے۔ قریش مکہ کو پیغام بھیجتے تھے کہ مدینہ پر حملہ کرو، ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اسی چیز کو یہاں بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن سے اے نبیؐ آپؐ نے معاہدے کیے مگر وہ اپنے معاہدے ہر بار توڑ دیتے ہیں اور وہ اللہ سے ڈرتے نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر آپؐ اب بدعہدوں کو جنگ میں اپنے مقابل پائیں تو ان کو ایسی سزا دیجیے کہ جو پیچھے ہیں، اُن کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔ یہ اس لیے کہ شاید اُنہیں عبرت حاصل ہو جائے۔ معاہدے کے بعد یہودی اندر ہی اندر قریش مکہ کے ساتھ پیغام رسانی کر رہے تھے، اور انہیں مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اکسا رہے تھے۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر اُن کا کوئی شخص قریش کی طرف سے جنگ میں واقعتاً شریک ہو جائے اور پکڑا جائے تو اُس کو ایسی سزا دو کہ سینکڑوں کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔

اور اگر آپؐ کو قومی سطح پر کسی قوم سے اندیشہ ہو جائے کہ وہ خیانت پر اتر آئی ہے تو تم معاہدے کو منسوخ (abrogate) کر دیجیے، اعلانیہ کہہ دیجیے کہ آج سے تمہارے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔ کیونکہ اسلام میں اس بات کی اجازت نہیں کہ کسی قوم سے معاہدہ بھی قائم رہے اور آپ اُس کے خلاف اقدام بھی کریں۔ ایسا کرنا اخلاقی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے اور خاص طور پر آپؐ کے مقام و مرتبے سے تو یہ بات فروتر ہے کہ آپؐ معاہدہ کے خاتمہ کا اعلان کیے بغیر کوئی اقدام کریں۔ البتہ کسی فرد کا ذاتی حیثیت میں معاہدہ کی خلاف ورزی کرنا ثابت ہو جائے جبکہ قوم کا سردار یہ واضح کر دے کہ یہ ہمارا اجتماعی معاملہ نہیں ہے بلکہ ہم بحیثیت مجموعی معاہدے کے پابند ہیں تو اس کے لیے یہی حکم ہے کہ اگر ایسا شخص قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف میدان میں آنے کی جرأت کرے تو اُس کو وہ سزا دی جائے کہ اُن لوگوں کے بھی ہوش ٹھکانے آ جائیں جو پیچھے بیٹھے ہوئے ڈوریں ہلا رہے ہیں۔

اسی بنیاد پر مولانا مودودیؒ مرحوم نے 1948ء کو جہاد کشمیر کے بارے میں رائے دی تھی کہ ہندوستان کے ساتھ ہمارے سفارتی تعلقات اور معاہدات ہیں، اِن کے ہوتے ہوئے اُس کے خلاف جنگ کرنا قرآنی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے۔ ہمیں پہلے کھلم کھلا معاہدوں سے علیحدگی اختیار کرنے کا اعلان کرنا چاہیے، پھر اللہ کے بھروسے پر کھل کر سامنے آنا چاہیے۔ اسلام کے نام پر بننے والے ملک کی حکومت کا طرزِ عمل اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔ مولانا کی اس رائے کے خلاف لوگوں کے جذبات مشتعل ہو گئے تھے، اس لیے کہ عوام کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ بہرحال خیانت کرنا مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کو خیانت کرنے والے پسند نہیں۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

# کشت وخون کا دور

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:((یَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَیُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَیُلْقَی الشُّحُّ وَیَکْثُرُ الْهَرْجُ، قَالُوْا وَمَاالْهَرْجُ؟ قَالَ الْقَتْلُ)) (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(وقت آئے گا) زمانہ قریب قریب ہو جائے گا، اور علم اُٹھا لیا جائے گا اور فتنے نمودار ہوں گے، اور (انسانی طبیعتوں اور دلوں میں) بخل ڈال دیا جائے گا، اور بہت ہرج ہوگا۔‘‘ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہرج کا کیا مطلب؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’(اس کا مطلب ہے) کشت وخون۔‘‘

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے!

انسانی تاریخ کی یادداشت میں نبی اکرم ﷺ کی مبارک ہستی کے سوا کوئی دوسرا ایسا انسان موجود نہیں جس نے کوئی نظریہ پیش کیا ہو اور اُسی نظریہ کی بنیاد پر ایک نظام وضع کیا ہو، پھر خود ہی اُس نظام کو عملی طور پر نافذ کر کے اُسے کامیابی سے چلایا ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ سب کچھ اللہ ربّ العزت کی ہدایات کے مطابق جو بصورت وحی حاصل ہوتی تھیں، سرانجام دیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وحی تو تمام انبیاء و رسل کی رہنمائی کرتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیاء اور رسل کا مشن بھی یہی تھا کہ انسانوں کو ایک ایسا نظام وضع کر کے دیا جائے جو سراسر عدل پر مبنی ہو، اولادِ آدم میں اونچ نیچ ختم ہو جائے اور زر، زمین اور زن کی ہوس میں انسان جو ظلم و ستم ڈھاتا ہے اُس سے باز رہے اور حق و انصاف پر مبنی ایک انسان دوست معاشرہ تشکیل پا جائے۔ ہر نبی اور رسول نے اپنے وقت کے ظلم اور باطل سے ٹکرانے کے لیے تن من دھن نچھاور کر دیا۔ اِن مبارک ہستیوں کی اکثریت کو جس ظلمِ عظیم سے پالا پڑا وہ اللہ ربّ العزت کی ذات یا صفات میں شرک تھا اور اُنہوں نے اِس گھناؤنے جرم کے ردّ میں اپنی زندگیاں کھپا دیں۔ کسی نے اپنی زندگی اُن لوگوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے بِتا دی جو لینے اور دینے کے باٹ مختلف رکھتے تھے، اور کسی نے اُن غلیظ لوگوں کے خلاف تن تنہا جہاد کیا جو عورتوں سے نکاح کرنے کا جائز راستہ چھوڑ کر مَردوں سے جنسی خواہش پوری کرتے تھے، لیکن نوبت بہ ایں جا نہ رسید کہ صالحین کی ایک جماعت تیار کر کے اُسے اللہ کے دشمنوں سے ٹکرا دیا جاتا۔ اکثر انبیاء جہاد باللسان تن تنہا کرتے رہے۔ بعض کو کچھ رفقاء اور حواری دستیاب ہوئے، لیکن ان کی تعداد کبھی اتنی نہ ہو سکی کہ وہ باطل نظام کے علمبرداروں کو شکست دے سکتے۔ یعنی حق کی بات کسی نہ کسی انداز میں آگے تو بڑھتی رہی لیکن وہ فیصلہ کن انداز میں اجتماعی سطح پر باطل پر حاوی نہ ہو سکے۔ بالفاظِ دیگر اپنی جان و مال کو اپنے مشن پر نچھاور کر کے وہ اُخروی لحاظ سے کامیاب و کامران تو ٹھہرے لیکن دنیوی سطح پر اور ظاہری لحاظ سے اپنی جدوجہد کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا معاملہ مختلف ہے کہ وہاں کام کا آغاز ذاتی دعوت سے نہیں ہوا تھا، صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تن تنہا دعوت کا آغاز کرتے ہوئے ساتھیوں کی فوج بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے، لیکن عین اُس موقع پر جب ایک ظالم و جابر لیکن جفاکش اور جری قوم سے قتال کا وقت آیا تو قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب تھا کہ تم اور تمہارا خدا جنگ کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ صرف حضورِ انور رحمۃ للعالمین ﷺ، صحابہ کرامؓ کی ایسی جماعت بنانے میں کامیاب ہوئے تھے جنہوں نے برملا کہہ دیا کہ حضورؐ ہمیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں پر قیاس نہ کریں، جہاں آپ کا پسینہ گرے گا وہاں ہمارا خون گرے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا، نگاہِ فلک نے جرأت و بہادری، اطاعت اور پابندیٔ نظم کے ایسے ایسے مناظر دیکھے کہ دنیا حیرت میں گم ہو گئی اور بعض دشمنانِ اسلام تو مسلمانوں کی فوج کو دیکھ کر اندھا دھند بھاگے اور یہ کہتے ہوئے سنائی دیے ''دیو آمدند دیو آمدند''۔

اللہ ربّ العزت نے جو پیغام حضور ﷺ کو جلی اور سرّی وحی کے ذریعے دیا آپ ﷺ نے مِن وعَن اس کی پیروی کرتے ہوئے جزیرہ نمائے عرب میں ایک سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر ہمہ گیر اور ہمہ جہت انقلاب برپا کر دیا اور اللہ کا عطا کردہ نظام اِس علاقہ پر بالفعل نافذ کر دیا۔ علاوہ ازیں ایران و


تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

| شمارہ | | جلد |
|---|---|---|
| 18 | 18 تا 24 جمادی الاُولیٰ 1431ھ<br>4 تا 10 مئی 2010ء | 19 |

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے



''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

روما کے فرمانرواؤں کو خطوط لکھ کر اسلامی انقلاب کے انٹرنیشنل فیز کا آغاز بھی کر دیا۔ پھر خطبہ حجۃ الوداع میں جہاں عوام الناس سے یہ گواہی حاصل کی کہ اُنھوں نے دعوت وتبلیغ کا حق ادا کر دیا اور آسمان کی طرف انگشت مبارک کر کے اللہ کو بھی گواہ بنالیا کہ جن لوگوں کی ہدایت کے لیے مجھے بھیجا گیا تھا میں نے حقِ رسالت ادا کر دیا ہے، وہاں مسلمانوں پر بھی یہ ذمہ داری منتقل کر دی کہ یہ پیغام اب تم میں سے جو حاضر ہیں ان تک پہنچائیں جو حاضر نہیں ہیں۔ ہماری رائے میں عالمی فرمانرواؤں کو خطوط لکھنا اور صحابہ کرام کو یہ حکم دینا کہ اب پہنچائیں اس پیغام کو وہ جو حاضر ہیں اُنھیں جو حاضر نہیں ہیں اِس انقلاب کو گلوبل راہ دکھانا تھا۔ علامہ اقبال نے حضور ﷺ کے اِس تحریری وتقریری پیغام کی کچھ یوں ترجمانی کی ہے۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!

یہ تھا وہ کام جس کے لیے حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ادنیٰ خادم ڈاکٹر اسرار احمدؒ مرحوم ومغفور نے سونے کے انڈے دینے والا اپنا میڈیکل پروفیشن تج دیا اور اپنی اولادِ نرینہ کو دنیوی تعلیم سے بھی آراستہ کیا لیکن اُنھیں بھی اسی مشن میں جُت جانے کا حکم دیا۔ اور عین نبوی نہج کے مطابق یہ پکار سب سے پہلے اپنے خاندان میں لگائی، پھر عامۃ الناس کو پکارا آؤ میرے ساتھ کہ مسلمانوں کے قرآن کے ساتھ تعلق کو پھر زندہ کریں، آؤ میرے ساتھ کہ اللہ سے اپنے قلبی تعلق کو استوار کریں، آؤ میرے ساتھ کہ نبی آخر الزمانؐ کی ہر سنت کو زندہ کریں، خصوصاً اُس سنتِ نبویؐ کو جسے نبی اکرم ﷺ نے سورۃ المدثر کی پہلی تین آیات کے نازل ہونے کے بعد ایک لحظہ کے لیے ترک نہ کیا، یعنی سنتِ دعوت دورانِ ہجرت بھی اس سنت پر کاربند رہے، عین میدانِ جنگ میں بھی اس سے غافل نہ ہوئے۔

دعوتِ دین اور اس کو قائم کرنے کی جدوجہد چھوٹے بڑے پڑھے لکھے اور اَن پڑھ ہر مسلمان پر فرض ہے، اس پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس سے زیادہ یقین رکھتے تھے جتنا کوئی انسان اُس شے کے وجود پر یقین رکھتا ہے جسے وہ سامنے پڑے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لیے وہ اِس بات کے سختی سے قائل تھے کہ (1) یہ جدوجہد جماعتی سطح پر ہونی چاہیے (2) اِس جماعت کا نظم بیعت کی بنیاد پر ہونا چاہیے (3) اس جماعت کے کارکنوں کا طرزِ عمل سنو اور اطاعت کرو ہونا چاہیے (4) دینِ متین کو ریاستی سطح پر نافذ کرنے والوں کو پہلے اِسے اپنے جسم وجان پر نافذ کرنا ہوگا اور آخری اور اہم ترین بات یہ کہ قیادت کو مثال اور نمونہ بننا ہوگا اور جب مطلوبہ افراد معتدبہ تعداد میں دستیاب ہو جائیں تو اس باطل نظام سے ٹکرانا ہوگا جو کبھی ملوکیت کی صورت میں، کبھی سوشلزم اور کمیونزم کی شکل میں اور کبھی سرمایہ دارانہ مغربی جمہوریت کی صورت میں انسانوں کے سروں پر مسلط ہے۔ جس نے انسانوں کو غلاموں اور آقاؤں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ وہ اسلام کو محض مذہب نہیں دین سمجھتے تھے، اُن کی آنکھیں اسلام کا غلبہ دیکھنے کے لیے ترستی تھیں، وہ مسلمانوں کے زوال اور ذلت ورسوائی پر خون کے آنسو روتے تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے پاکستان نے اسلام کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ پاکستان کی اسلام سے دوری اُنہیں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپاتی تھی۔ اُن سے قرب رکھنے والا ہر شخص یہ جانتا ہے کہ اُن کی روح کو اس وقت تک قرار نصیب نہیں ہوگا جب تک پاکستان میں اسلام کا نظامِ عدلِ اجتماعی قائم نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہر وہ شخص سن لے اور جان لے جو ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے عقیدت رکھتا ہے، جو ٹیلی ویژن پر ان کا درسِ قرآن سن کر جوش وجذبہ سے سر دھنتا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فوت ہو گئے ہیں لیکن اُن کا مشن زندہ ہے۔ اس لیے کہ مشن کی بنیاد نظریہ پر ہوتی ہے اور اس نظریہ کی موت کیسے واقع ہو سکتی ہے جسے پیش کرنے والے ہمارے تمہارے اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے آقا آقائے نامدار حضور ﷺ ہوں جن کی رسالت تا قیامت قائم ودائم ہے، لہٰذا یہ نظریہ بھی تا قیامت قائم رہے گا۔ ہمیں اِس بات کو سمجھنا ہوگا کہ جس طرح یہ دین جزیرہ نمائے عرب میں قائم اور نافذ ہوا عمرو بن ہشام کی بدبختی اور بدقسمتی کے ساتھ اور عمرؓ بن خطاب کی خوش بختی اور خوش قسمتی کے ساتھ اِسی طرح یہ پاکستان اور کل روئے ارضی پر نافذ ہوگا ہماری تمہاری خوش قسمتی یا بدقسمتی کے ساتھ۔ یعنی اِس دینِ متین کو حضور کی پیش گوئی کے مطابق عالمی غالبہ حاصل ہونا ہے۔ اگر ہم اس کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں گے تو ہماری خوش قسمتی کے ساتھ اور اگر بدقسمتی سے ہم مسلمان ہو کر بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہوں گے یا دنیا کمانے میں مگن ہوں گے تو ہماری بدقسمتی کے ساتھ ؏ فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم! تنظیم اسلامی کے رفقاء خاص طور پر نوٹ کر لیں کہ محض کاغذی سطح پر رفیق ہونا یعنی بطور رفیق رجسٹر ہونا مطلوب نہیں ہے بلکہ اُخروی نجات کا انحصار دین کے قیام کے لیے حقیقی جدوجہد پر ہے۔ اللہ ربّ العزت سورۃ الصف میں فرماتا ہے (ترجمہ): ''اے اہلِ ایمان! کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں ہو؟ یاد رہے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور نے زندگی کا آخری دن بھی اِسی جدوجہد میں گزارا۔ وماعلینا الا البلاغ!

## فرمودات: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قرآن کے تدریجاً نزول کا سبب یہ ہے کہ صاحبِ قرآن ﷺ کی جدوجہد کے مختلف مراحل کو سمجھا جائے، ورنہ فقہی احکام تو مرتب کر کے دیئے جاسکتے تھے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دے دیے گئے تھے۔ ''احکامِ عشرہ'' تختیوں پر کندہ تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کر دیئے گئے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی انقلابی جدوجہد جس جس مرحلے سے گزرتی رہی قرآن میں اس مرحلے سے متعلق آیات نازل ہوتی رہیں۔ تنزیل کی ترتیب کے اندر مضمر اصل حکمت یہی تو ہے کہ آنحضور ﷺ کی جدوجہد، حرکت اور دعوت کے مختلف مراحل سامنے آجاتے ہیں۔ اب بھی قرآن کی بنیاد پر اور منہج انقلاب نبویؐ پر جو جدوجہد ہوگی اسے ان تمام مراحل سے ہو کر گزرنا ہوگا۔ چنانچہ کم سے کم یہ تو ہو کہ اس جدوجہد کو علمی طور پر فہم کے لیے انسان سامنے رکھے۔ اگر علمی اعتبار سے سیرت النبی ﷺ کا خاکہ ذہن میں موجود نہ ہو تو فہم کسی درجے میں بھی حاصل نہیں ہوگا۔ فہم حقیقی تو اُسی وقت حاصل ہوگا جب آپ خود اس جدوجہد میں لگے ہوئے ہیں اور وہی مسائل آپ کو پیش آرہے ہیں تو اب مقام اور مرحلہ یا مسئلہ وہ تھا جس کے لیے یہ ہدایتِ قرآنی آئی تھی۔ (از: تعارفِ قرآن)

# ”کیا ہم فرماں برداروں کو نافرمانوں کی طرح کر دیں گے؟“

## سورۃ القلم کی آیات 34 تا 43 کی روشنی میں فکر انگیز خطاب

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 2 اپریل 2010ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

[گزشتہ سے پیوستہ]

سورۃ القلم میں فرمایا:

﴿ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ ﴾

”پرہیزگاروں کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں نعمت کے باغ ہیں۔“

پچھلی آیات میں ”باغ والوں“ کا قصہ بیان کیا گیا اور اس طرح ان سرمایہ دارانہ ذہنیت کے حامل لوگوں کو اصلاح کی جانب متوجہ کیا گیا جو مال و اسباب پا کر اللہ کو جو ہم سب کا خالق و مالک اور پالنہار ہے، بھلا دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مال و اسباب کو آزمائش و امتحان سمجھنے کی بجائے اُسے زندگی کا حاصل اور مقصود سمجھ بیٹھتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ متقین کے لیے نعمتوں والے باغات ہیں۔ متقین کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں، جو اللہ کی ناراضی سے ڈرتے ہیں، جو ہر وقت فکرمند رہتے ہیں کہ کہیں ان سے اللہ ناراض نہ ہو جائے۔ وہ اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ جب اللہ کو رب مانا ہے تو پھر انہیں بہرصورت گناہ سے بچنا ہے، انہیں اللہ کی منع کردہ چیزوں سے پرہیز کرنا ہے۔ یہ لوگ نیک کام کرتے ہوئے بھی اپنا محاسبہ کرتے ہیں کہ کہیں ہمارے اندر تکبر پیدا نہ ہو جائے، جس سے ہماری نیکیاں ضائع ہو جائیں۔ تقویٰ اس محتاط رویہ کا نام ہے جو انسان کو اللہ کے ڈر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ شاہراہ حیات پر گامزن رکھتا ہے۔ دل میں تقویٰ ہو تو آدمی ہر دم یہ سوچتا ہے کہ کہیں مجھ سے وہ عمل سرزد نہ ہو جائے، جو میرے رب کو ناپسند ہے۔ میں جیسے بھی ہو حرام کاموں اور گناہ و معصیت سے اپنے آپ کو بچاؤں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو تقویٰ کے اندر پورا دین آ جاتا ہے۔ اس لیے کہ جب انسان یہ طے کر لے کہ مجھے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرنا ہے، یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا جس چیز کا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے، اُس کو اُسے کرنا پڑے گا، اس لیے کہ اگر نہیں کرے گا تو اللہ کی نافرمانی ہوگی۔ اور جس چیز سے رکنے کا حکم ہے اُس سے رُکنا ہوگا، ورنہ اللہ کی معصیت کا ارتکاب ہوگا اور یہ چیز تقویٰ کے منافی ہوگی۔ تو اہل تقویٰ کے لیے نعمتوں والے باغات ہیں۔ باغات تو دنیا میں بھی ہیں، مگر آخرت کے مقابلے میں اِن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ دنیا اور اس کی تمام نعمتیں اللہ کی نگاہ میں ایک مچھر کے پَر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ اگر ایسا ہوتا تو کافروں کو ان نعمتوں میں سے کچھ بھی نہ ملتا۔ جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے کوئی علاقہ ہی نہیں رکھتیں۔ وہ تو ایسی نعمتیں ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے اُن کے بارے میں سنا اور نہ کسی

> کیا تم نے کسی کتاب میں یہ پڑھ رکھا ہے کہ اگر تم اللہ کے باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی دوستی رکھو تو کوئی حرج نہیں، تمہاری جنت اللہ کے ہاں محفوظ ہے، اگر کوئی ایسی کتاب ہے تو لاؤ پیش کرو

دماغ نے اُن کا تصور کیا ہے۔ قرآن کریم نے واضح کیا ہے کہ آخرت کی زندگی دنیا کے مقابلے میں بہت بہتر ہے۔ دنیا کی نعمتوں کا آخرت سے کوئی تقابل ہی نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے یہ کہ آخرت دائمی ہے۔ دنیا فانی ہے۔ انسان یہاں کتنا بھی جی لے، بالآخر اسے مرنا ہے۔ یہ حیات مستعار ناپائیدار ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اُسے کتنی مہلت عمر ملی ہے، اور کب فرشتہ اجل آ پہنچے گا، اور اُس کی روح اور جسم میں جدائی ڈال دے گا۔ ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہو پل کی خبر نہیں

اگلی آیت میں فرمایا:

﴿ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَکُمْ قف کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ ﴾

”کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے؟ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسی تجویز کرتے ہو؟“

ایک وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو اپنا رب اور آقا و مالک تسلیم کیا اور اُس کی وفاداری کرتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اللہ کو مانا ہی نہیں۔ اگر مانا ہے تو صرف زبان سے مانا ہے، عملاً اُن کی وفاداریاں اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہیں۔ اُن کا گٹھ جوڑ شیطان کے ایجنٹوں کے ساتھ ہے۔ اُن کی وضع قطع نصاریٰ جیسی اور تمدن ہندوؤں کا سا ہے۔ اللہ نے تو یہ فرمایا کہ تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ لیکن یہ لوگ اللہ کے نبی ﷺ کے طریق زندگی کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ اور ہنود کی پیروی کرتے، اور پھر اُس پر فخر کرتے ہیں۔ تو کیا یہ دونوں قسم کے لوگ اللہ کی عدالت میں برابر ہو جائیں گے۔ اللہ فرماتا ہے، تمہارا کیا خیال ہے، کیا میں اپنے فرمانبردار بندوں کو جو راہ حق پر چلتے ہوئے طرح طرح کے

مصائب جھیلتے ہیں، اسلام کی خاطر قربانیاں دیتے ہیں، اور اُن لوگوں کو جو باغی اور مجرم ہیں برابر کردوں گا۔ یہ کیسی ناسمجھی کی بات ہے۔ ایسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ آخرت میں فرماں برداروں کو اپنی فرماں برداری کا بہترین اجر ملے گا اور مجرموں کو سخت سزا بھگتنا پڑے گی۔ ایسا نہ ہونا، اللہ کے قانون عدل کے منافی ہے۔ جب دنیا کا عام بادشاہ بھی ایسا نہیں کرتا ہے تو اللہ مہربان، صاحب عدل ایسا کیوں کرے گا۔ بہرحال جنت کا وعدہ اللہ کے وفاداروں سے ہے، وہ جو تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہیں۔ رہا معاملہ مجرمین کا، جن کا گٹھ جوڑ کفار کے ساتھ ہے، اُن کا انجام انہی کے ساتھ ہوگا۔ سورۃ المائدہ میں جہاں ہمیں یہود ونصاریٰ کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے، وہاں ساتھ ہی اس کا انجام بھی بتا دیا کہ اگر ایسا کرو گے تو انہیں میں شمار کیے جاؤ گے۔ فرمایا: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾﴾ ”اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے اُن کو دوست بنائے گا، وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

آج ہم اہل پاکستان کو اپنا محاسبہ ضرور کرنا چاہیے کہ روزِ قیامت ہمارا شمار کس گروہ میں ہوگا؟ آیا ہم مسلمین (وفاداروں) میں شامل ہوں گے، یا مجرمین میں۔ بظاہر تو ہم مجرم ہیں کہ ہم نے اسلام کو بازیچہ اطفال بنایا ہوا ہے، نہ انفرادی زندگیوں میں اسے اختیار کیا اور نہ اجتماعی حیات میں اس کے قانون زندگی کو نافذ کیا ہے۔ پھر ہم ہی وہ ہیں جنہوں نے اسلام کے خلاف صلیبی جنگ میں صیہونیوں کا ساتھ دیا اور اُن کے اتحادی بنے ہوئے ہیں۔ اُن کی رضا اور خوشنودی کے لیے اپنے خالق و مالک کو ناراض کر رہے ہیں۔ اپنے ہی لوگوں پر بمباری کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات واضح ہے کہ اُن کی جنگ اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور اُس کے دین کے خلاف ہے۔ اعدائے اسلام نہیں چاہتے کہ اسلام کا نظامِ زندگی دنیا میں کہیں سر اُٹھا سکے۔

آگے فرمایا:

﴿اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْہِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ لَمَا یَتَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾﴾

”کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں (یہ) پڑھتے ہو، کہ جو چیز تم پسند کرو گے وہ تم کو ضرور ملے گی؟“

کیا تم نے کسی کتاب میں یہ پڑھ رکھا ہے کہ اگر تم اللہ کے باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ بھی دوستی رکھو تو کوئی حرج نہیں، تمہاری جنت اللہ کے ہاں محفوظ ہے، اللہ اپنے وفاداروں اور باغیوں کے ساتھ ایک ہی جیسا سلوک کرے گا۔ (معاذ اللہ) اگر کوئی ایسی کتاب ہے تو لاؤ پیش کرو۔ کیا کوئی ایسی کتاب ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ تمہیں آخرت میں وہ سب کچھ مل جائے گا جو تم چاہو گے۔

﴿اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۙ اِنَّ لَکُمْ لَمَا تَحْکُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْھُمْ اَیُّھُمْ بِذٰلِکَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾﴾

”یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی کہ جس چیز کا تم حکم کرو گے، وہ تمہارے لئے حاضر ہوگی۔ ان سے پوچھو کہ ان میں سے اس کا کون ذمہ لیتا ہے۔“

بدلے کے دن کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اُس دن کسی کو کچھ کہنے کی مجال نہیں ہوگی۔ اُس دن کوئی بھی کچھ بول نہ سکے گا، سوائے اُس کے جسے اللہ تعالیٰ ہی اجازت دے دے۔ سب اللہ کے حضور پیش ہوں گے، اور اپنے کیے کا حساب دیں گے۔ دنیا کی زندگی میں جو اچھے یا بُرے اعمال انجام دیئے تھے، اُن کا پورا پورا حساب ہوگا۔ ہم سب دنیا میں حالت امتحان میں ہیں۔ یہاں میرا، آپ کا، ہمارے حکمرانوں اور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کا امتحان ہو رہا ہے۔ یہاں اللہ نے فرمایا کہ کیا یہ کفار و مشرکین اُس دن خود مختار ہوں گے کہ اپنے بارے

**پریس ریلیز: 27 اپریل 2010ء**

## ایم کیو ایم نے پنجاب میں سیاست کے آغاز کے لیے جاگیرداری نظام کے خاتمے کو ایشو بنایا ہے

**حافظ عاکف سعید**

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ ایم کیو ایم نے پنجاب میں سیاست کے آغاز کے لیے جاگیرداری نظام کے خاتمے کو ایشو بنایا۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک ملک سے جاگیرداری نظام کا خاتمہ نہ ہو' لوگ اپنی آزاد مرضی سے ووٹ کا حق استعمال نہیں کر سکتے اور وطن عزیز میں حقیقی جمہوریت قائم نہیں ہوسکتی۔ تاہم جاگیرداروں کا اتحادی بن کر جاگیرداری کا خاتمہ ممکن نہیں۔ یہ تو تب ہی ممکن ہے جب ایم کیو ایم انتخابی سیاست سے باہر نکل کر جاگیردارانہ نظام کے خاتمہ کے لیے انقلابی لائحہ عمل اختیار کرے۔ مزید برآں' اسے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ واقعتاً جاگیرداری نظام کے خاتمے میں سنجیدہ ہے اور محض اسے پنجاب کی سیاست میں داخلے کے لیے ایک ایشو نہیں بنایا۔ ایم کیو ایم نے اپنی سیاست کا آغاز مہاجر حقوق کے ایشو سے کیا تھا اور اس نے تین نکات کو اپنا منشور بنایا تھا یعنی مہاجر قومیت تسلیم کروانا' کوٹا سسٹم کا خاتمہ کروانا اور محصورین بنگلہ دیش کی وطن واپسی کو یقینی بنانا تاہم ربع صدی کی سیاست کے بعد بھی یہ مسائل اپنی جگہ موجود ہیں اور ایم کیو ایم نے ان معاملات پر مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ ایم کیو ایم نے جاگیرداری نظام کے خاتمے کا نعرہ عوامی پذیرائی کے لئے نہیں بلکہ پس ماندہ طبقات کی حقیقی اور عملی مدد کے لیے لگایا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

میں جو چاہیں فیصلہ کرالیں گے اور اے نبیؐ! آپ اِن سے پوچھیے کون ہے جو اس کا ذمہ لیتا ہے کہ ہاں ہمیں وہاں اختیار ہوگا، اور فیصلے ہماری مرضی کے مطابق ہوں گے اور وہاں مسلمین و مجرمین سب کو برابر کردیا جائے۔

آگے تعدّی کے انداز میں فرمایا گیا:

﴿اَمۡ لَهُمۡ شُرَكَآءُ ۚ فَلۡيَاۡتُوۡا بِشُرَكَآئِهِمۡ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ ﴿۴۱﴾﴾

> آج ہم اہلِ پاکستان کو اپنا محاسبہ ضرور کرنا چاہیے کہ روزِ قیامت ہمارا شمار کس گروہ میں ہوگا؟ آیا ہم مسلمین (وفاداروں) میں شامل ہوں گے، یا مجرمین میں۔ ہمارے اعمال مسلمانوں والے ہیں یا مجرموں والے!

"کیا (اس قول) میں ان کے اور بھی شریک ہیں؟ اگر یہ سچے ہیں تو اپنے شریکوں کو لا سامنے لائیں۔"

کیا ان کا خیال یہ ہے کہ کائنات میں کچھ اور بھی ہستیاں اختیار رکھتی ہیں جن کی انہیں حمایت حاصل ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو انہیں چاہیے کہ ان ہستیوں کو لے آئیں اور اپنی مرضی کا فیصلہ کرالیں۔ یہ بتائیں کہ وہ ہستیاں کہاں ہیں جو ان کے خیال میں اللہ کے اختیار میں اُس کی شریک ہیں۔

آگے میدان قیامت کا نقشہ ہے۔ فرمایا:

﴿يَوۡمَ يُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّيُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ﴿۴۲﴾﴾

"جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا اور کفار سجدے کے لئے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے۔"

اس آیت کی تشریح میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔ اِن سب کا حاصل یہ ہے کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص تجلی ظاہر ہوگی۔ اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی "ساق" ظاہر فرمائے گا۔ "ساق" پنڈلی کو کہتے ہیں۔ تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و حقائق الٰہیہ میں سے، جس کو کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے قرآن میں "ید" (ہاتھ) اور "وجہ" (چہرہ) کا لفظ آیا ہے۔ اِن پر اُسی طرح ایمان رکھنا چاہیے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع و بصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی حدیث میں جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے، یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر جو شخص دنیا میں ریا سے سجدہ کرتا تھا، اُس کی کمر نہیں مڑے گی، تختہ سی ہو کر رہ جائے گی۔ یعنی سجدہ تو منافق بھی کرنا چاہیں گے، سجدہ کی خواہش تو اُن کی بھی ہوگی جو مسلمان ہو کر دنیا میں وقت کی بڑی طاقتوں کے آگے سجدہ ریز ہوگئے تھے اور وہ بھی سر بسجود ہونے کے آرزومند ہوں گے جو شرک میں مبتلا تھے، مگر سجدہ کی توفیق صرف سچے اہل ایمان کو ملے گی۔ اِن کے علاوہ لوگ سجدہ نہ کرسکیں گے۔ اُس دن مسلمین اور مجرمین کو بالکل الگ کردیا جائے گا۔ مجرمین پر اُس دن واضح ہو جائے گا کہ ہم دنیا میں جن طاقتوں کے آگے جھکتے تھے، جن کی ڈکٹیشن پر چلتے تھے، جنہیں اللہ کو چھوڑ کر ہم نے اپنے سجدہ کے لائق سمجھا تھا، وہ تو بڑی بودی تھیں۔ ہمارا رب اور ہمارے سجدہ کے لائق ذات تو صرف خدائے واحد کی تھی۔

﴿خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾﴾

"ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ حالانکہ (اس وقت) سجدے کے لئے بلائے جاتے تھے جبکہ وہ صحیح سالم تھے۔"

اُس دن اُن کی آنکھیں ذلت کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں خدائے واحد کے سامنے سجدہ نہیں کیا۔ اُن سے کہا جاتا رہا کہ اپنے رب کی مانو، اُس کے آگے سجدہ کرو، مگر یہ تو اوروں کو سجدہ کرتے رہے۔ یہ بھلے چنگے تھے، مگر اللہ کے سامنے جھکنے کو تیار نہ ہوئے، حالانکہ یہ ایک سجدہ انہیں ہزاروں سجدوں سے نجات دلانے والا تھا۔ بقول علامہ اقبالؒ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

دُعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وفادار بندوں میں شامل فرمائے، اور آخرت کے ہمہ گیر خسارے سے بچائے۔ (آمین) [مرتب: محبوب الحق عاجز]

## "جیسا معاشرہ ہے، میں ویسا ہوں آدمی"

مسٹر دہلوی

اک دوست انتخاب میں اب کے کھڑا ہوا
ہرچند اپنے پاس نہ رکھتا تھا مال و زر
حاصل نہ تھا سماج میں بھی کوئی مرتبہ
تعلیم سے بھی تھا نہ وہ بے چارہ بہرہ ور
مِن جُملۂ سخاوت و ایثار و فکرِ قوم
خدمات کی کتاب میں لکھا تھا اک صفر
اُس کے مقابلہ میں تھے سرمایہ دار وہ
اُس جیسے چھوڑ دیتے جو "دسیوں" خرید کر
میں نے کہا کہ ہاتھی سے گنے نہ کھا عزیز!
کس بل کو اپنے دیکھ کے میدان میں اُتر!
لازم ہیں اس کے واسطے زر، علم اور رُسُوخ
یہ انتخاب ہے، نہیں کچھ خالہ جی کا گھر
بولا کہ حیف آپ نہ سمجھے یہ صاف بات
بچھڑا جو کودتا ہے تو کھونٹے کو دیکھ کر!
ہے میری پُشت پر مرا سرمایہ دار دوست
اُس کے طفیل ہوگی مجھے فتح اور ظفر
تعلیم میری کچھ نہیں یہ مانتا ہوں میں
لیکن نہ بھولیے کہ میں لیڈر ہوں پیشہ ور
لازم ہیں لیڈری کے لیے آج جو صفات
موجود اس غلام میں ہیں وہ تمام تر
خوبی یہ مجھ میں ہے کہ ہوں میں گالیوں میں طاق
اور ہاتھ چھوڑ دینے سے مجھ کو نہیں حذر
میں جھوٹ منہ پہ بولنے سے چُوکتا نہیں
پگڑی اُچھال دیتا ہوں ہر اک کی بے خطر
میں بھیگی بلی بنتا ہوں دبتی ہے کور جب
کمزور سامنے ہو تو میں شیر ہوں "ببر"
پڑتے ہیں کھوٹے ووٹ الیکشن میں کس طرح
اس فن کا مانتے ہیں سبھی مجھ کو ماسٹر
زر، زن، زبان و زور سے لیتا ہوں کام میں
دنیا کی شرم ہے نہ خدا کا ہے مجھ کو ڈر
دانستہ ساری قوم سے کرتا ہوں میں فریب
صوبائیت کے دام میں لاتا ہوں پھانس کر
بندے کو کامیاب ذرا ہونے دیجئے
پھر دیکھیے نکلتے ہیں کس طرح بال و پر
ٹھوڑی میں ہاتھ دے کے میں لیتا ہوں ووٹ آج
گردن میں ہاتھ دے کر نکالوں گا کل کسر
جیسا معاشرہ ہے، میں ویسا ہوں آدمی
خوفِ خدا ہے جن کو، نہیں اُن کا "یاں" گزر

# ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پیغام

مظفر اعجاز

پاکستانی قوم اس اعتبار سے بڑی خوش قسمت ہے کہ اس کے پاس قدرتی وسائل اور انسانی وسائل کی کوئی قلت نہیں۔ پاکستان کے پاس خوراک، معدنیات اور دیگر قدرتی وسائل بے تحاشہ ہیں اس طرح انسانی وسائل، علماء، سائنسدان، ماہرین تعلیم، اساتذہ وطلبہ، حکیم غرض ہر شعبہ زندگی کے جید لوگ موجود ہیں۔ ہر دور میں رہے ہیں اور ہمیشہ سے رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ پاکستانی قوم کی یہ بدقسمتی ہے کہ جس طرح پاکستان کے اپنے قدرتی وسائل سے فائدہ نہیں اُٹھا سکا اسی طرح پاکستان انسانی وسائل سے بھی وہ استفادہ نہیں کرسکا جو اسے کرنا چاہیے تھا یا اس کے عوام کا حق ہے۔

پاکستانی قوم ایک اور بڑے سانحہ سے گزر گئی۔ 13 اور 14 اپریل کی درمیانی شب پاکستان کے ایک مایہ ناز اسکالر، محقق اور دین کے حوالے سے ایک بھاری بھر کم آواز ڈاکٹر اسرار احمد انتقال کرگئے۔ بلاشبہ پاکستانی قوم کی یہ بدقسمتی ہے کہ اس کو قائد اعظم سے اس طرح استفادہ کا موقع نہیں مل سکا جیسا کہ اس کا حق تھا اور ان کے بعد کے سیاسی رہنماؤں سے بھی وہ استفادہ نہیں کرسکے۔ اسی طرح علمائے کرام ہیں، پاکستان کو بڑے بڑے علمائے کرام ملے لیکن ان کے علم اور ان کی صلاحیتوں سے قوم کما حقہ فائدہ نہیں اُٹھا سکی بلکہ ان میں رکاوٹیں ڈالی گئیں۔ بہر حال ڈاکٹر اسرار احمد کا انتقال پاکستانی قوم کے لیے ایک عظیم نقصان ہے۔ قرآن سے ان کے شغف تحقیق اور جستجو سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد بنیادی طور پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی فکر سے متاثر ہوئے۔ اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ رہے۔ جماعت اسلامی میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے قریبی ساتھیوں میں شامل رہے۔ کسی وجہ سے 50 کے عشرے میں جماعت اسلامی سے اختلاف کرکے الگ ہوگئے، بعد ازاں تنظیم اسلامی کی بنیاد ڈالی اور اس کو منظم کرنے میں تن من دھن کے ساتھ لگ گئے۔ اس تنظیم کو دن رات پھیلایا۔ انہوں نے درس قرآن کے درجنوں حلقے قائم کیے۔ جس مقصد کے لیے امت مسلمہ برپا کی گئی ہے اس کے حصول کے لیے افراد کار تیار کرنے کی جستجو میں رہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے بہت سے نظریات سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ ان کے سیاسی نظریات سے بھی اختلاف کیا جاسکتا ہے۔

جس طرح پاکستان میں حق کی ترویج کے خلاف ابتداء سے ہی رکاوٹیں ڈالی جاتی تھیں۔ اسی طرح ڈاکٹر اسرار کے حوالے سے بھی یہ رکاوٹیں جاری رہیں۔ قائد اعظمؒ نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو ریڈیو پاکستان پر تقریروں کا حکم دیا تھا لیکن ان کے انتقال کے بعد ہی مولانا کی تقریریں بند کرادی گئیں بلکہ ان کو گرفتار ہی کرلیا گیا۔ اسی طرح جنرل ضیاء الحق کے دور میں ڈاکٹر اسرار احمد الہدیٰ کے عنوان سے ٹی وی پروگرام کرتے تھے لیکن جب ڈاکٹر صاحب نے قرآن و سنت کی روشنی میں حکمرانوں کے وصف بیان کرنا شروع کیے اور بتایا کہ اسلامی حکومت میں اختیار تو کل کا کل اللہ کے لیے ہے تو وہ پروگرام بند کردیا گیا کہ ''اتھارٹی میں ہوں ڈاکٹر اسرار نہیں''۔ جنرل ضیاء تو یہ کہہ کر پروگرام بند کرگئے خود بھی دنیا سے چلے گئے لیکن یہ بتا گئے کہ پاکستان میں دین کی سربلندی کے لیے کام کرنا سرکاری کام نہیں ہے اور نہ سرکار اس کی اجازت دے گی۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی زندگی خواہ اسلامی جمعیت طلبہ میں گزری ہو یا جماعت اسلامی یا تنظیم اسلامی میں ہر لمحہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی سعی جہد میں گزرا۔ ان کے بارے میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی شخصیات ایک بلند وبالا پہاڑ اور بلند لہر کی مانند ہوتی ہیں۔ یہ پہاڑ منزلوں کی سمت دکھاتے ہیں۔ یہ لہریں تو منزلوں کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ روشنی کے مینار تو خود جلتے ہیں، دنیا کو روشنی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد اپنا کام کرکے جان جان آفرین کے سپرد کرگئے۔ اُن کے حوالے سے یہ بات بجا طور پر کہی جاسکتی ہے کہ وہ جس بات پر تحقیق کرلیتے تھے اس پر جم جاتے تھے۔ بسا اوقات ان کے مخالفین ان کے اس انداز پر اعتراض بھی کرتے تھے کہ اس قدر تو شدت نہیں ہونی چاہیے۔ اجتہادی غلطی کی گنجائش تو رکھنی چاہیے لیکن آج صورت یہ ہے کہ ایک ایک کرکے سوچنے والے علماء اُٹھتے جارہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی تنظیم کی امارت سے فراغ حاصل کرکے اپنے صاحبزادے کو جب تنظیم کی امارت سونپی تو ان کی تنظیم میں بھی اس امر پر اعتراض ہوا اور مخالفین نے بھی اس پر اعتراض کیا۔ لیکن اس سے قطع نظر ڈاکٹر اسرار احمد کا اصل پیغام کیا تھا۔ ان کا اصل پیغام وہی تھا جو انہوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی سے حاصل کیا، جو سید احمد شہید کا پیغام تھا، جو مولانا حسین احمد کا پیغام تھا۔ پاکستانی قوم کے لیے سرکاری سطح پر اس پیغام کی اشاعت کے خلاف کام کیا جاتا رہا ہے۔ جو ذمہ داری ریاست کی تھی اسے ریاست نے پورا نہیں کیا۔ اقامت دین بنیادی طور پر تو اسلامی ریاست کا کام ہے لیکن اسلام کے نام پر بننے والی ریاست میں ایک حکمران بھی ایسا نہیں گزرا جو اقامت دین کے فریضہ کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہو۔

پاکستانی قوم کا ایک بڑا نقصان ڈاکٹر اسرار کی موت کی صورت میں ہوا ہے۔ پاکستان میں اہم دینی اور فقہی امور کے علاوہ سیاسی امور پر بھی ڈاکٹر اسرار احمد کی آواز بڑی طاقتور اور گرجدار تھی۔ ان کے پیچھے ایک تنظیم ہے جو شاید اس طرح ان مقاصد کے لیے کام نہ کرسکے جس طرح

> ڈاکٹر صاحب کی زندگی پاکستانی قوم کو ایک ہی پیغام دے گئی ہے کہ پاکستانی قوم اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں اقامت دین کی جدوجہد کرے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک یہاں دین قائم نہ ہوجائے

ڈاکٹر صاحب کرتے رہے، لیکن ڈاکٹر صاحب کی زندگی پاکستانی قوم کو ایک ہی پیغام دے گئی ہے کہ پاکستانی قوم اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں اقامت دین کی جدوجہد کرے اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک یہاں دین قائم نہ ہو جائے۔ یہی پاکستانی قوم کے لیے ڈاکٹر اسرار کا پیغام تھا۔ یہی ان کی زندگی کا مشن تھا۔ اس پر وہ ساری زندگی کاربند رہے۔ کبھی اسلامی جمعیت طلبہ میں کبھی جماعت اسلامی اور کبھی تنظیم اسلامی میں لیکن زندگی کا کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں وہ اس فرض سے غافل رہے ہوں۔ ہر مسلمان پر یہ فریضہ اسی طرح واجب ہے جس طرح ڈاکٹر اسرار پر تھا۔ ڈاکٹر اسرار سے وابستگی کا دم بھرنے والوں اور ان کے پیروکاروں پر لازم ہے کہ اس مشن کو جاری رکھیں۔

(بشکریہ روزنامہ ''جسارت'')

کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○

# ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور

عرفان صدیقی

ڈاکٹر اسرار احمد بھی وہاں چلے گئے، جہاں ہم سب کو جانا ہے۔ احسان دانش نے کہا تھا۔

قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو
جانے کب کون سی تصویر سجادی جائے

لیکن ہم قبر کے چوکھٹوں کو بھولے رہتے ہیں۔ دنیا کے لوبھ لالچ اور دنیاداری کے دھندوں میں اس طرح الجھ کر رہ جاتے ہیں کہ کسی دوسرے جہان کا تصور ہی باقی نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ کوچ کا نقارہ بج جاتا ہے، سب ٹھاٹھ باٹھ یہیں پڑا رہ جاتا ہے اور بنجارہ کسی ان دیکھی منزل کو نکل جاتا ہے۔ کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس دنیا کے موج میلوں میں بھی اس دنیا کو نہیں بھولتے اور ان کی تعداد تو آٹے میں نمک کے برابر ہوتی ہے جو اپنی ساری زندگی کسی مقصد اولیٰ کی نذر کر دیتے اور اپنا سب کچھ کسی بڑے مشن میں لگا دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد انہی میں سے ایک تھے۔ پوری عمر قرآنی تعلیمات کی ترویج و توسیع میں لگادی۔ جسم و جاں کی تمام تر توانائیوں اور فکر و دانش کی ساری صلاحیتوں کو ایک مستقیم راہ پہ مرکوز رکھتے ہوئے کمال بانکپن کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔ میں نے ایسا عالمانہ جاہ و جلال کم لوگوں میں دیکھا ہے جو ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کا حسن تھا۔ یہ انہی لوگوں کو عطا ہوتا ہے جن کا ایمان صورت فولاد پختہ ہوتا ہے، اور جن کی فکر ہر طرح کے اینچ پینچ سے پاک ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی گفتگو ابہام سے قطعی مبرا ہوتی تھی اور وہ ایک ماہر استاد کی طرح اس طرح گتھیاں سلجھاتے چلے جاتے تھے کہ ان کی بات براہ راست دلوں میں گھر کر جاتی تھی۔ زمانہ طالب علمی کے چند برس چھوڑ دیئے جائیں تو کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد نے کم وبیش ساٹھ برس انسانوں کی بستی میں اجالے بونے اور روشنیاں بانٹنے کا کام جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ فروغ دین کے پیغمبرانہ مشن کے اس مشعل بردار کی قبر کو نور سے بھر دے اور اسے وہ مقام عطا کرے جو اس نے اپنے بندگان خاص کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب کا ایک بڑا امتیاز یہ تھا کہ وہ بہ یک وقت دینی اور دنیوی تعلیم سے آراستہ تھے۔ ہمارے ہاں کے علماء میں ایسی مثالیں بہت کم ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت ان کی عمر پندرہ برس کے لگ بھگ تھی جسے عنفوان شباب کہا جاتا ہے۔ تحریک آزادی کے دنوں میں وہ مسلم لیگ اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا حصہ رہے۔ آج سے کوئی چھپن برس قبل 1954ء میں کنگ ایڈورڈ کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ اس عہد کے بہت سے انقلابی نوجوانوں کی طرح اسرار احمد کو بھی سید مودودیؒ کی فکر نے متاثر کیا۔ وہ اسلامی جمعیت طلبہ سے ہوتے ہوئے جماعت اسلامی تک جا پہنچے۔ درس قرآن کا سلسلہ انہوں نے زمانہ طالب علمی میں ہی شروع کر دیا تھا۔ تحریر و تقریر کی تراش خراش اور ماحول کو بدل ڈالنے کے لئے نظام اسلام کی عملی تعبیر و تشکیل کی فکر کی نمو اسی دور میں ہوئی۔ مولانا مودودیؒ کے فلسفہ فکر کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ لوگوں کی ذہنی و قلبی اصلاح کے ذریعے معاشرے کو اس طرح تیار کیا جائے کہ اسلامی نظام کے خدوخال سبزہ نوبہار کی طرح نمو پانے لگیں اور اسی سے اس انقلاب کا شجر طیبہ پروان چڑھے جس کے ثمرات سے ریاست کا دامن بھر جائے۔ پچاس کی دہائی کے نصف آخر میں جماعت اسلامی ایک بڑے آشوب کا شکار ہوئی۔ ایک رائے یہ بنی کہ اصلاح احوال کے تمام تر عوامل کے ساتھ ساتھ انتخابی سیاست میں بھی حصہ لیا جائے اور مروجہ نظام کے ذریعے تبدیلی لانے کی کوشش کی جائے۔ دوسرا نقطہ نظر یہ تھا کہ جماعت کو پوری توجہ تبلیغ و اشاعت دین اور معاشرے کی ہمہ پہلو اصلاح پر مرکوز رکھنی چاہئے اور انتخابی سیاست کے جھمیلوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔ 1957ء میں ماچھی گوٹھ کے اجتماع میں یہ نزاع تقسیم کا سبب بن گیا۔ ایک حلقہ جماعت سے الگ ہوگیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد بھی اس میں شامل تھے۔

> ڈاکٹر اسرار احمد نے کم وبیش ساٹھ برس انسانوں کی بستی میں
> اجالے بونے اور روشنیاں بانٹنے کا کام جاری رکھا

جماعت سے الگ ہونے کے باوجود انہوں نے فروغ دین کا مشن نہ چھوڑا۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کے کوئی گیارہ برس بعد انہوں نے کراچی یونیورسٹی سے اسلامیات میں ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد کچھ ہی عرصہ بعد وہ عملاً میڈیکل شعبے سے الگ ہوگئے اور ساری توجہ قرآن و سنت کی تعلیمات کے فروغ پر لگادی جو اب ان کا عشق و جنوں بن چکا تھا۔ 1972ء میں انہوں نے مرکزی انجمن خدام القرآن کے قیام کی راہ ہموار کی۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد تنظیم اسلامی کی بنیاد ڈالی جو اپنے اہداف و مقاصد کے حوالے سے اب ایک توانا تنظیم بن چکی ہے۔ کوئی بیس سال پہلے ڈاکٹر صاحب نے تحریک خلافت پاکستان قائم کی جو ان کے

نزدیک امت مسلمہ کو درپیش مسائل کے حل کا وہ نسخہ ہے جس کے اجزائے ترکیبی نبی کریم کے قائم کردہ نظام سے پھوٹتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر ڈاکٹر صاحب کے خطبات نے ان کی مقبولیت کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ الکتاب، الف لام میم، رسول کامل اور الہدیٰ وہ شہرہ آفاق پروگرام تھے جن میں ڈاکٹر صاحب کی علم وحکمت کے جوہر اور ان کی خطابت کا حسن کھل کر سامنے آئے۔ دینی اور دنیوی علوم سے شناسائی نے ان کی فکر کو وسعت دی اور ان کے اظہار کی صلاحیتوں کو دو چند کر دیا۔ وہ بڑے اقبال شناس بھی تھے۔ علامہ کے اشعار کو اس خوبی سے استعمال کرتے کہ گفتگو کی دلکشی ہی نہیں معنی ومفہوم کی دل نشینی میں بھی کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔ ان کی نوے کے لگ بھگ کتب بڑے علمی سرمائے کا درجہ رکھتی ہیں اور مختلف موضوعات پر ان کے دل افروز لیکچرز آنے والے زمانوں میں بھی روشنی کے جادے تراشتے رہیں گے۔

یہ کالم میں سعودی عرب کے دارالخلافہ، ریاض میں بیٹھا لکھ رہا ہوں جہاں کوئی ایک برس بعد پچھلے تین دنوں سے وقفے وقفے سے بارش ہو رہی ہے۔ اس وقت بھی آسمان بادلوں سے ڈھکا ہے۔ میں گھر سے اسلام آباد کے ہوائی اڈے جا رہا تھا جب ڈاکٹر صاحب کے انتقال کی خبر ملی۔ دل بجھ سا گیا۔ سفر کے دوران میں سوچتا رہا کہ یہ کتنا بڑا خلا واقع ہو گیا ہے؟ کسی اور ڈاکٹر اسرار احمد کے لئے پاکستان کو کتنے زمانے لگیں گے؟ کس کے قلم میں ایسی دلکشی اور کس کی زبان میں اتنی اثر پذیری ہوگی؟ عربوں کا قول ہے۔ ''عالم کی موت ایک عالم (جہان) کی موت ہوتی ہے''۔ بلاشبہ ڈاکٹر اسرار احمد ایک شخص نہیں، علم وحکمت کا ایک جہان تھے۔ میں جب بھی ان سے ملا، مالا مال ہو گیا۔ لاہور میں ان سے دو ملاقاتیں دیر تک یاد رہیں گی۔ آخری ملاقات میں وہ خاصے کمزور لگے تھے۔ میری دلجوئی کے لئے دیر تک بیٹھے اور گفتگو کرتے رہے لیکن نقاہت عیاں تھی۔ مجھے اس وقت بھی محسوس ہوا تھا کہ آفتاب کنارے آ لگا ہے۔ وہ مرد حق اپنا کام کر گیا۔ ان کے صاحبزادے حافظ عاکف سعید کو اب اپنے عظیم والد کی میراث سنبھالنی ہے جو کار آساں نہیں۔ اللہ انہیں ہمت وتوفیق دے کہ وہ روشنیاں بونے اور اجالے بانٹنے کا مشن اپنے والد کے سے جذب وجنوں کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔ آمین

(بشکریہ روزنامہ ''جنگ'')

☆☆☆

## قارئین کی جانب سے جرائد تاخیر سے موصول ہونے کی شکایت پر ادارہ کی جانب سے ڈائریکٹر جنرل پاکستان پوسٹ کے نام لکھے گئے خط کے جواب میں

# اسسٹنٹ ڈائریکٹر پاکستان پوسٹ کا مراسلہ

PAKISTAN POST
OFFICE OF THE DIRECTOR GENERAL PAKISTAN POST

No. CC.7-10/2010 Islamabad 44080 the, March 30, 2010

Subject :- **COMPLAINT REGARDING NON DELIVERY OF PRIODICALS OF MARKAZI ANJUMAN KHUDDAM-UL-QURAN LAHORE TO THE ADDRESSEES LODGED BY AHSAN-U-ZAMAN SIDDIQUI GENERAL MANAGER.**

Kindly find enclosed herewith a copy of complaint lodged by Mr. Ahsan-u-Zaman Siddiqui, General Manager Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran, 36-K, Model Town, Lahore on the above noted subject.

2. The undersigned has been directed to request you to kindly ensure the proper delivery of the above captioned periodicals.

ASSISTANT DIRECTOR (CC)

The Dy. Postmaster General,
Rawalpindi Region,
**RAWALPINDI.**

The Dy. Postmaster General
SPR Region,
**D.I KHAN.**

The Dy. Postmaster General,
Sialkot Region,
**SIALKOT.**

The Dy. Postmaster General,
Islamabad Region
**ISLAMABAD.**

The Dy. Postmaster General,
Karachi Region,
**KARACHI.**

The Dy. Postmaster General,
Multan Region,
**MULTAN.**

The Dy. Postmaster General,
Faisalabad Region,
**FAISALABAD**

The Dy. Postmaster General,
Sukkur Region,
**SUKKUR.**

The Dy. Postmaster General,
Lahore Region,
**LAHORE.**

The Dy. Postmaster General,
NPR Region,
**ABBOTTABAD.**

The Dy. Postmaster General,
Hyderabad Region,
**HYDERABAD.**

CC to :-
Mr. Ahsan-u-Zaman Siddiqui, General Manager Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran, 36-K, Model Town, Lahore for information.

# ایک ڈاکٹر نے ہمیں بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

برصغیر پاک و ہند میں ''رجوع الی القرآن'' کی اوّلین اور پُرزور دعوت کا شرف حاصل ہے شاہ ولی رحمہ اللہ اور ان کے خانوادے کو۔ پھر اس دعوت کے وارث بنے علماءِ دیوبند اور علماءِ دیوبند میں سے بھی نمایاں مقام ملا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کو جو مالٹا جیل میں بڑھاپے اور ضعیفی کے پونے چار سال گزارنے کے بعد ہندوستان واپس آئے تھے تو یہ عزم لے کر آئے تھے کہ میں اپنی باقی زندگی قرآن کریم کو لفظاً اور معناً عام کرنے میں لگا دوں گا۔ بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کروں گا اور بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرانے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کرنے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔

مستند علماء میں سے بیسیوں تھے جنہوں نے اپنی زندگیاں حضرت شیخ الہند ؒ کے مشن کے لیے وقف کر دیں۔ درسِ قرآن کے حلقے بھی قائم کیے اور مدارس کی سالانہ تعطیلات میں دورۂ تفسیر کا اہتمام بھی کیا۔ غیر علماء میں سے جن حضرات کو حضرت شیخ الہند ؒ کی شخصیت اور فکر نے بہت زیادہ متاثر کیا ان میں ڈاکٹر اسرار صاحب کا نام بہت نمایاں ہے۔ وہ حضرت شیخ الہند ؒ کو حضرت شاہ ولی اللہ ؒ کی جامعیت کبری کا عکس کامل اور اپنے آپ کو حضرت شیخ کے علوم و معارف کا خوشہ نشیں اور فکری جانشیں قرار دیتے تھے۔ چونکہ نہ تو وہ کسی مدرسہ کے سند یافتہ عالم تھے، نہ ہی کسی شیخ سے انہوں نے اپنا اصلاحی تعلق قائم کیا تھا، اس لیے حضرت شیخ الہند ؒ کے حلقے کے اکثر علماء ان کے بارے میں متردّد اور متذبذب رہے۔ ان کا تذبذب بلا وجہ نہیں تھا۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ انکار ختم نبوت سے لے کر انکار حدیث تک اکثر تحریکیں دعوتِ قرآن ہی کے پُرکشش عنوان سے اٹھیں اور ان کے بانیوں نے اپنے پیروکاروں کو علماءِ حق سے بدگمانی بلکہ متنفر کرنے اور ان کے اندر نظریاتی آوارگی کے زہریلے بیج بونے میں وہ کردار ادا کیا جو اسلام کے کھلے دشمن بھی نہ کر سکے۔

علماء کے ذہنی تحفظات کا ڈاکٹر صاحب کو احساس تھا اور وہ انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ خود علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے، انہیں اپنی سالانہ قرآن کانفرنسوں میں شرکت کی دعوت دیتے اور ان کی تنقید کو خندہ پیشانی سے سنتے۔ اپنی تحریروں اور تقریروں میں اپنی لغزشِ قلم اور سبقتِ لسانی کا اعتراف بھی وہ کرتے رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی جماعت میں بیعت کا جو طریقہ اختیار کیا اس پر بھی اعتراضات کیے گئے۔ ان کے بعض تفردات بھی زیرِ بحث آئے مگر اس سب کچھ کے باوجود دعوت الی القرآن کے حوالے سے ان کی خدمات کا انکار صریحی ناانصافی ہوگی۔ حضرت شیخ الہند ؒ کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ''اس نوجوان نے ہمیں ہمارا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا۔'' اگر اس میں تھوڑی سی ترمیم کرتے ہوئے یوں کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ ''ایک ڈاکٹر نے ہمیں ہمارا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا۔''

درسِ قرآن کے حلقے قائم کرنا کل بھی علماء کا کام تھا اور آج بھی علماء ہی کا کام ہے، مگر جب علماء نے یہ میدان خالی چھوڑ دیا تو طرح طرح کے لوگ اس میدان پر چھا گئے۔ ہم ان میں سے کسی نیت پر حملہ نہیں کرتے۔ یقیناً ان کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی جو مخلص تھے۔ کتاب اللہ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ انہیں رنج اور قلق تھا کہ اللہ کے مضبوط اور محفوظ کلام کو چھوڑ کر مسلمان قصوں، کہانیوں اور خرافات کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ وہ ریشمی جزدانوں میں لپیٹ کر طاقتوں میں سجائی گئی کتاب کو اسلامی معاشرے میں عام کرنا چاہتے تھے، مگر اپنے تمام تر خلوص کے باوجود وہ ٹھوکر کھا گئے۔ جب انہوں نے اپنی طرف عوام کا رجوع دیکھا تو وہ صرف مدرس نہ رہے، مجتہد اور مفتی بھی بن گئے۔ ان میں سے بعض نے نہ تو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کو بھی نہ بخشا اور ان کی فقاہت و بصیرت کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا۔

درسِ قرآن کے میدان میں جو چند اچھے لوگ سامنے آئے، ان میں ڈاکٹر صاحب سرفہرست تھے۔

انہوں نے درسِ قرآن کا آغاز 1945ء کے لگ بھگ کر دیا تھا۔ 1965ء سے انہوں نے قرآنی علوم و معارف کی اشاعت ہی کو اپنا مقصد زندگی بنا لیا حتی کہ اپنی میڈیکل پریکٹس اور معاشی جدوجہد کو بھی اس پر قربان کر دیا۔ انہوں نے اپنی سرگزشت میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ''نیتوں کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے، کم از کم ظاہری اور خارجی اعتبار سے اس پورے عرصے کے دوران راقم ہمہ وقت اور ہمہ وجوہ ان ہی مقاصد عظیم کے لیے وقف رہا اور ناگزیر استراحت اور ضروری علائق و حوائج دنیوی کے سوا راقم کے وقت کا کوئی لمحہ اور اس کی صلاحیت اور توانائی کا کوئی شمہ حصولِ دنیا یا تلاشِ معاش کی مساعی میں صرف نہیں ہوا۔''

وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر تھے۔ مغربی فلسفوں اور جدید نظریات پر نظر رکھتے تھے۔ مذاہب عالم کا بھی بقدر ضرورت انہوں نے مطالعہ کر رکھا تھا۔ انگریزی میں اظہار مافی الضمیر کی قدرت رکھتے تھے۔ نوجوانوں کی نفسیات پر ان کی گہری نظر تھی۔ آواز میں طنطنہ اور اسلوب میں روانی اور دلکشی تھی، اس لیے جب وہ جدید تعلیم یافتہ مجمع میں اس زبان اور لہجے میں بات کرتے تھے جس کا وہ مجمع عادی تھا تو ان کی بات بہت توجہ سے سنی جاتی تھی۔ ابلاغ کے جتنے بھی ذرائع تھے۔ انہوں نے بھرپور طریقے سے ان کا استعمال کیا۔ چنانچہ چند ہی سالوں میں ان کی آواز اکنافِ عالم میں پھیل گئی۔ نوجوان نسل ان کا خصوصی ہدف تھی۔ اس نسل کو قرآن کے قریب لانے بلکہ قرآن کا داعی اور مبلغ بنانے کے لیے انہوں نے مختصر اور طویل دورانیے پر مشتمل مختلف کورسز شروع کیے اور دیکھتے ہی دیکھتے مدرسینِ قرآن کی پوری جماعت وجود میں آ گئی۔

نمازِ تراویح میں جو تلاوت کی جاتی ہے، اس کے ترجمہ اور خلاصہ کا سلسلہ بھی ان کی حسنات میں سے ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق یہ اپنی نوعیت کا پہلا تجربہ تھا اور ایک حد تک کامیاب بھی رہا۔ وہ صرف درس برائے درس کے قائل نہ تھے بلکہ خود اپنے الفاظ میں قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ عالمی سطح پر تشہیر و اشاعت کے ذریعے امت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا کر کے

اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبہ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے۔ اس کوشش میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے، اس سوال کا بہتر جواب تو اس کے تلامذہ ہی دے سکتے ہیں مگر اس میں شک نہیں دلِ ناتواں نے مقابلہ خوب کیا۔ اپنی زندگی کے پچاس ساٹھ سال کتاب اللہ کے علم و حکمت کی اشاعت میں لگا دینا ہی اتنی بڑی سعادت ہے کہ اس پر ایک سچے مسلمان کو رشک آنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب کئی سال تک جماعتِ اسلامی میں شامل رہے۔ جماعت کے بارے میں کہا جاتا ہے لوگ جماعت سے نکل جاتے ہیں مگر جماعت اسلامی ان کے اندر سے نہیں نکلتی اور کچھ نہ کچھ اثرات باقی رہ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے بُعد کی ایک اہم وجہ بعض حضرات کی نظر میں یہ بھی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب کا کہنا یہ تھا کہ جب تک میں جماعت میں رہا مجھے لیڈر آف دی اپوزیشن کی حیثیت حاصل تھی اور مودودی صاحب سے گہرے تعلق کے باوجود میں حق گوئی سے باز نہیں آتا تھا۔ اس حق گوئی ہی نے ان کے وصل کو فصل میں بدل دیا۔ اس حق گوئی کا مظاہرہ انہوں نے اس وقت بھی کیا تھا جب پی ٹی وی کی انتظامیہ نے ان کے درس میں خواتین کو بٹھانے پر اصرار کیا، انہوں نے اپنے مقبول عام پروگرام سے دستبرداری تو قبول کرلی، مگر بے حجاب خواتین کو درس میں بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔ اس حوالے سے ان کے خلاف خواتین نے جلوس نکالے مگر وہ اپنے مؤقف پر مضبوطی سے جمے رہے۔ اس حقیقت کا اعتراف تو ان کے مخالفین بھی کرتے ہیں کہ وہ شرعی مسائل واحکام کی اتباع اور ان پر استقامت میں مداہنت سے کام نہیں لیتے تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی شادیوں کے سلسلہ میں بھی سنت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا اور کسی قسم کی لچک دکھانے پر تیار نہ ہوئے۔ مظاہرِ شریعت کی پابندی اور علماء کے ادب واحترام میں بھی اپنے ذاتی تجربے کی حد تک میں ان کے متعلقین کو بہتر پایا ہے۔

اب جبکہ ڈاکٹر صاحب انتہائی فعال زندگی گزار کر اپنے اللہ کے دربار میں حاضر ہو چکے ہیں۔ ہم اُمید رکھتے ہیں اُمت کی نشأۃ اسلامیہ کی تڑپ رکھنے والے اس خادم قرآن کے ساتھ اللہ عفو و درگزر کا معاملہ فرمائیں گے۔ ان کی لغزشوں اور کمزوریوں کو معاف فرماتے ہوئے سچے ''عشاقِ قرآن'' کی صف میں انہیں شامل فرمالیں گے۔ (بشکریہ ''ضربِ مومن'')

✿✿✿

کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۝

# قرآن کا ایک اور خادم ہم سے جدا ہو گیا

حافظ محمد طاہر محمود اشرفی

اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ قربِ قیامت میں علم اُٹھالیا جائے گا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے جس کا مفہوم اس طرح سے ہے کہ قربِ قیامت میں اللہ سے تعلق رکھنے والے نیک لوگ اُٹھالئے جائیں گے۔ آج ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں۔ اہل اللہ کا اس دنیا سے اس تیزی سے رخصت ہوتے چلے جانا قیامت کو قریب سے قریب تر کر رہا ہے۔ باقی دنیا کے احوال بھی اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد کا نام اہل علم اور قرآن سے محبت رکھنے والے کے لیے ہر اعتبار سے محترم تھا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے بعد لاہور میں قرآن کریم کے ذریعے انہوں نے توحید وسنت کو پھیلایا اور شرک و بدعت کا دلائل سے ہمیشہ مقابلہ کیا۔ جہاد افغانستان کی ہر انداز میں سرپرستی کی۔ تحریک طالبان افغانستان کو بہت سارے اپنوں سے زیادہ تعاون کیا۔ متحدہ شریعت محاذ ہو یا دفاع افغانستان کونسل انہوں نے اللہ کے دین کے لیے ہر اس محاذ میں اپنے آپ کو پیش کیا جس سے وقت کے حکمران ہمیشہ خائف رہے۔ جماعت اسلامی سے ناطہ توڑنے کے بعد ہمیشہ انہوں نے قرآن وحدیث کی دعوت کو عام کرنے کی کوشش کی۔ صبح جب اطلاع ملی تو ایک دم منہ سے بے ساختہ جملہ نکلا کہ قرآن کا ایک اور خادم چل بسا۔ پھر حضرت مولانا سمیع الحق سے بات ہوئی تو انہوں نے ڈاکٹر اسرار احمد کی خدمات کو جس انداز سے خراج تحسین پیش کیا، وہ ڈاکٹر اسرار کا ہی اعزاز ہے۔ لاہور میں دیو بندی مکتبہ فکر کے تمام اکابرین جمع ہیں۔ برادرم احمد شاہ کا کہنا تھا کہ اتنے اکابر اور اتنا بڑا اجتماع ہم نے زندگی میں نہیں دیکھا۔ ڈاکٹر اسرار نے ہمیشہ قرآن کی خدمت کی اور جس نے بھی قرآن کی خدمت کی ہے، اہل لاہور نے اس سے وفا کی ہے۔ آج جب بیٹا آپ کا جنازہ پڑھا رہا تھا تو عجیب منظر تھا، پہلی صف میں سید منور حسن بھی تھے، قاضی حسین احمد بھی، مولانا رفیع عثمانی، مفتی حمید اللہ جان اور لمبے سفر کو جنازہ میں شریک ہو کر کارآمد بنانے والے مولانا سمیع الحق بھی تھے۔ ایک مکتبہ فکر کے کچھ لوگوں کو ان سے اختلاف ہوا مگر انہوں نے ہمیشہ رواداری کا مظاہرہ کیا۔ اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے ہمیشہ ان قوتوں کی نفی کی جن کا کام فرقہ وارانہ فسادات پھیلانا ہوتا ہے۔ میاں نواز شریف کے دوسرے دور میں جب شیعہ سنی کا خون بہہ رہا تھا۔ ڈاکٹر اسرار ہی وہ شخص تھے جنہوں نے میاں شریف کی درخواست پر شیعہ وسنی معاملات میں اصلاح کی کوشش کی مگر اس وقت بھی ایک صاحبزادے نے جو آج بھی فرقہ وارانہ تشدد پھیلانے کے لیے کوشاں ہے، ڈاکٹر اسرار کی اصلاحی کوششوں کو ناکام بنانے کے لیے جب سازشیں شروع کیں تو ڈاکٹر اسرار احمد اس کمیٹی سے مستعفی ہوگئے۔

سخت جان کے پاس تاریخ کے وہ اوراق محفوظ ہیں کہ جب کچھ علماء اور پاکستان علماء کونسل کا وفد ان سے جا کر ملا اور ان سے گزارش کی تو انہوں نے کہا کہ جب میں کوئی ذمہ داری لوں اور اس کو پورا نہ کرسکوں تو ایسی ذمہ داری کا فائدہ کیا۔ مگر میاں نواز شریف اور شہباز شریف تمام تر چاہتوں کے باوجود ڈاکٹر اسرار احمد کی خدمات کو دوبارہ حاصل نہ کرسکے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار کے درجات کو مزید بلندی اور سرفرازی عطاء فرمائے۔ انہوں نے ساری زندگی اللہ کی کتاب کی خدمت کی تھی۔ اللہ کریم ان کے ساتھ قبر اور آخرت کے معاملات کو ان شاءاللہ بہتر فرمائیں گے۔ ہم برادرم عاکف سعید اور ڈاکٹر اسرار کے تمام عقیدت مندوں، شاگردوں، چاہنے والوں سے اس دکھ کے موقع پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے متعلقین کو بہتر نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

✿✿✿

# تخیلِ ملوتی و جذبہ ہائے بلند کا صداق ہم سے بچھڑ گیا

نعیم اختر عدنان

میں اپنی عمر عزیز کے اعتبار سے اس وقت انچاسویں سال میں ہوں۔ اس انچاس سالہ زندگی کے اکیس سال والدین، بہن بھائیوں اور دوستوں کے فطری گہوارے اور ملک کے روایتی سماجی ڈھانچے میں بسر ہوئے جبکہ بقیہ اٹھائیس سالہ زندگی کے روز و شب تنظیم اسلامی کے بانی امیر ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے فکری و نظریاتی اور عملی و تحریکی دائرہ کے اندر بسر کرنے کی کوشش میں اب تک مصروفِ عمل ہوں۔ ربع صدی بلکہ اس سے بھی زائد زندگانی غلبہ و اقامتِ دین کی تحریک کی رہنمائی اور تنظیم اسلامی کی رفاقت میں گزری ہے۔ فیروز والہ شاہدرہ کی ایک دور افتادہ اور پسماندہ بستی میں نشوونما پانے والے ایک عام سے نوجوان کو مال روڈ لاہور پر واقع مسجد شہداء میں پہلی مرتبہ ڈاکٹر صاحب کی زبانی سورۃ العصر کا درس سننے کا اتفاقی موقع نصیب ہوا۔ یوں راقم ڈاکٹر اسرار احمد کے حلقہ ارادت و عقیدت کا ہمہ وقتی مسافر بن گیا۔ یہ تعلق روز بروز بڑھتے بڑھتے گہرے سے گہرا اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی راہنمائی، محبت اور تربیت و تعلیم کا وافر حصہ مجھ جیسے ناچیز اور حقیر انسان کے مقدر اور نصیب کا حصہ بن گیا اور یوں ایک بے نوا مزدور پیشہ فرد کو ایک ایسا دیدہ ور میسر آ گیا جس کے لیے نرگس ہزاروں سال تک آہ و بکا کرتی نظر آتی ہے۔ وہ ایسے دانائے راز شخص تھے جو اپنی مومنانہ بصیرت اور جرأت رندانہ کی بدولت ایسی شخصیت کے حامل تھے جس کا اقبال نے یوں بیان کیا ہے:

نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے
نگاہ وہ ہے کہ جو محتاجِ مہر و ماہ نہیں!

ڈاکٹر صاحب ایک ایسے داعیٔ اسلام اور مربی و مردِ مومن تھے جنہوں نے مجھ جیسے ہزاروں خزف ریزوں کو اسلام کا ایک متحرک و پرجوش داعی بنا دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے غلبہ دینِ حق یعنی نظامِ خلافت کے غلبہ و قیام کی جانگسل جدوجہد کو اپنا مشن بنا لیا اور اس مشن کی راہوں میں اک تصور کہ ''حسنِ مبہم پر ساری ہستی لٹائی جاتی ہے۔'' کا قابلِ رشک اور لائقِ تقلید نمونہ قائم کر دیا، وہ اقبال کے ان اشعار پر بھی پورے اترتے تھے:۔

یہ نیلگوں فضا جسے کہتے ہیں آسماں
ہمت ہو پر کشا تو حقیقت میں کچھ نہیں!
بالائے سر رہا تو ہے نام اس کا آسماں
زیرِ پر آ گیا تو یہی آسماں زمیں!

ڈاکٹر صاحب نے مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن، اسلامی جمعیت طلبہ، جماعتِ اسلامی، انجمن خدام القرآن، تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان جیسی تنظیموں اور تحریکوں کی راہ گزر سے ہوتے ہوئے ایسی مثال قائم کی جس کا نقشہ اقبال کے ذہنِ رسا میں موجود تھا۔ چنانچہ اقبال فرماتے ہیں:

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا
تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی!

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے قرآنی دعوت پر مبنی دعوت و اقامت دین کا ایک نیا جہان تخلیق کیا۔ اس نئے جہان کا نام ''فرائض دینی کا جامع تصور''، منہج انقلابِ نبوی اور اسلامی انقلابی جماعت کے ذریعے خلافت کے عادلانہ نظام کے قیام کی دعوت و تحریک کا قیام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خونِ جگر اور سوزِ دروں سے گلشنِ اسلام کی آبیاری کی۔ بقول شاعر ؎

خونِ دل دے کے نکھاریں گے رُخِ برگِ گلاب
ہم نے گلشنِ اسلام کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

تنظیم اسلامی کے بانی امیر ایک ایسے قرآنی مبلغ، ایک ایسے داعی دین، ایک ایسے تحریکی رہنما، ایک ایسے سپاہی تھے جن کی حکیم الاُمت علامہ اقبالؒ جیسے لوگوں کو بھی تلاش تھی ؎

آگ اس کی پھونک دیتی ہے برنا و پیر کو
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقیں!
ہوتا ہے کوہِ دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں!

ڈاکٹر صاحب کے قرآنی دروس ہوں یا خطباتِ جمعہ، عوامی جلسے ہوں یا سیمینارز، اخبارات و رسائل اور الیکٹرانک میڈیا کے لیے انٹرویوز ہوں یا انفرادی ملاقاتیں راقم کو ایسی تمام صحبتیں اور مجلسیں نصیب ہوئیں۔ یادش بخیر یہی لمحے متاعِ زیست اور حاصلِ زندگی ہیں۔ میرا اللہ تعالیٰ، رسولِ مصطفیٰ ﷺ اور دین اسلام کے بعد ایک ہی تعارف ہے اور وہ ہے ڈاکٹر اسرار احمد کا عقیدت مند، ایک خوشہ چیں، ایک پرجوش ساتھی، ایک سرکش مرید، ایک سعادت مند عزیز، ایک احسان شناس فقیر اور ایک ادنیٰ رفیق۔

وہ وطنِ عزیز میں سرگرمِ عمل دینی جماعتوں کی میدانِ سیاست میں بے نتیجہ خاک بازی سے دل گرفتہ بھی تھے اور پریشان بھی۔ انہیں یہ عرفان بلکہ حق الیقین حاصل تھا کہ انتخابی سیاست کے جمہوری تماشے کے ذریعے دینِ اسلام کے نفاذ کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر صاحب اسلامی انقلاب کے ہوش مند داعی اور پرجوش مبلغ تھے چنانچہ آپ نے اقبال کے اس شعر کو بھی اپنے مشن کا حصہ بنا رکھا تھا ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہٰ الا اللہ

ڈاکٹر صاحب اسلام کے آفاقی و انقلابی اور عادلانہ نظامِ حیات کے قیام و نفاذ کے خواہاں ''ایسے غزل سرا'' تھے جن کو چمن سے نکالنے کی بہت سی کوششیں اور سازشیں ہوئیں مگر وہ ''اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز'' کی مانند زندگی کی آخری سانسوں تک چراغِ مصطفویؐ بن کر شرارِ بولہبی سے مسلسل ستیزہ کار رہے۔ میدانِ سیاست کے کارزار میں سرگرمِ عمل دینی جماعتوں کے زعماء اور قائدین کے بارے میں اُن کی رائے اقبال کی اس رائے سے مکمل طور پر ہم آہنگ تھی ؎

امید کیا ہے سیاست کے پیشواؤں سے
یہ خاکباز ہیں رکھتے ہیں خاک سے پیوند!
ہمیشہ مور و مگس پر نگاہ ہے ان کی
جہاں میں صفتِ عنکبوت ان کی کمند!
دینِ شیری میں غلاموں کے امام اور شیوخ
دیکھتے ہیں فقط ایک فلسفۂ روباہی

ڈاکٹر صاحب حزب اللہ کے عظیم قائد اور حقیقی معنوں میں علامہ اقبال کے اس خیال اور نظریے کے حامل تھے ؎

مری نگاہ میں ہے یہ سیاستِ لادیں
کنیزِ اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر

اور

خوشا وہ قافلہ جس کے امیر کی ہے متاع
تخیلِ ملکوتی و جذبہ ہائے بلند!

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ سے ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا سفر

## مرکزی انجمن کے نئے صدر کا انتخاب

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر مؤسس محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کی رحلت کے بعد نئے صدر انجمن کے انتخاب کے لیے انجمن کی مجلس شوریٰ کا ایک ہنگامی اجلاس 25 اپریل 2010ء بروز اتوار بعد نماز مغرب قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت انجمن کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے کی۔

رکن شوریٰ حافظ عاکف سعید صاحب (امیر تنظیم اسلامی) نے صدر انجمن کے لیے ڈاکٹر ابصار احمد صاحب کا نام تجویز کیا، جس کی تمام ارکان شوریٰ نے تائید فرمائی۔ چونکہ کسی اور رکن شوریٰ کا نام بطور صدر اجلاس میں تجویز ہی نہیں کیا گیا تھا لہٰذا انتخاب (Balloting) کی نوبت نہیں آئی اور تمام حاضر اراکین مجلس شوریٰ نے بلا استثناء ہاتھ اُٹھا کر محترم ڈاکٹر ابصار احمد صاحب کے حق میں اپنے اعتماد کا اظہار فرمایا۔

ڈاکٹر ابصار احمد محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ نے محترم ڈاکٹر صاحب کی خواہش پر پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے فلسفہ کیا تھا اور 1973ء میں انگلینڈ سے پی ایچ ڈی کر کے آئے تھے۔ اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں اور اُسی وقت سے محترم ڈاکٹر صاحبؒ اور ان کے مشن کے ساتھ فعال طور پر وابستہ رہے ہیں۔ موصوف سہ ماہی حکمت قرآن کے مدیر اعزازی ہیں اور محترم ڈاکٹر صاحب کی متعدد کتابوں کے انگریزی تراجم کر چکے ہیں، جبکہ مزید کتابوں پر ترجمہ کا کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ قرآن اکیڈمی لاہور کا انگلش سیکشن آپ ہی کی سرپرستی میں کام کر رہا ہے۔


دینی واخلاقی موضوعات پر سادہ لیکن مؤثر تحریریں

# اَنوارِ ہدایت

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دیرینہ ساتھی

## پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

کے 37 عام فہم تحقیقی مضامین کا مجموعہ

جو وقتاً فوقتاً میثاق اور حکمت قرآن میں شائع ہوتے رہے ہیں

پیش لفظ از حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

عمدہ طباعت ○ خوبصورت ٹائٹل ○ مضبوط جلد

صفحات: 320 ○ قیمت: 150 روپے

شائع کردہ:

مکتبہ خدام القرآن لاہور

K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون: 3-042-35869501

email:maktaba@tanzeem.org


## دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی ملتان کے ملتزم رفیق امیر جعفر طاہر کی والدہ ماجدہ وفات پا گئیں
- ملتزم رفیق بہاولنگر طارق انور وفات پا گئے
- چونگ لاہور سے تعلق رکھنے والے مبتدی رفیق محمد رمضان کے چچا وفات پا گئے
- حلقہ کراچی جنوبی کے معتمد محمد یوسف کی بھابھی وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین ورفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ایک بابرکت اور ورطہ حیرت میں ڈال دینے والا سفرِ زیست ہے۔ وہ اس شعر کا عملی نمونہ تھے۔

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ!

قارئین خیالات وجذبات کا ایک تلاطم ہے جو ایک گہرے سمندر کی طرح موجزن ہے مگر قلم کو بادل نخواستہ روکنا پڑ رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب درج ذیل شعر کا مصداق ہی تو تھے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت نے کس کو مسیحا کر دیا

قائدین تنظیم اور رفقائے محترم!

آیئے! عہد کریں اور اس عہد کی تجدید بھی کریں کہ:

اپنے لہو کی دھار سے سینچیں گے ہم انہیں
وہ باغبان جو سرو سمن دے گیا ہمیں

اللھم اغفرلہ وارحمہ ...... وادخلہ فی جنتک وادخلہ فی عبادک الصالحین (آمین)

✿✿✿

## ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے حافظ قرآن بیٹے، عمر 29 سال، مکینیکل انجینئر، قد "8-'6، برسرروزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل، پردہ کی پابند MBBS ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0331-4482264

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 29 سال، تعلیم میٹرک، قد "4-'5 برسرروزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0300-4767677

☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں رہائش پذیر اعلیٰ تعلیم یافتہ فیملی کو اپنے بیٹے عمر 25 سال، تعلیم ایف اے کے لیے دینی مزاج کی حامل تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345-7576561

☆ گجرات میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 34 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات/اردو، بی ایڈ، گزٹیڈ آفیسر کے لیے دینی گھرانے سے ہم پلہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-5937323

☆ بیٹی، عمر 22 سال، آرائیں برادری، تعلیم بی اے، عربی فاضلہ (دوسرے سال میں)، پردہ اور صوم وصلوٰۃ کی پابند، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے رشتہ مطلوب ہے۔ رابطہ: 0301-3097594

# نائن الیون کمیشن؟

## نائن الیون حادثہ کے لیے کسی غیر جانبدارانہ تحقیقات کی بجائے پہلے سے سوچے سمجھے نتائج کا اعلان کردیا گیا

عابداللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد نعیم

آیئے، اس پس منظر میں حقائق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یونابمبر(Unabomber) کو گرفتار کرنے میں امریکی اہلکاروں کو18 سال کا عرصہ لگا لیکن حیرانی کی بات ہے کہ جن لوگوں پر نائن الیون اپریشن کی تیاری کا الزام ہے، وہ19 ہائی جیکروں سمیت امریکی حکومت اور میڈیا کو صرف چند گھنٹوں کے اندر اندر معلوم ہوگئے۔ یہی نہیں، انھوں نے چند ہی دنوں میں اپنی یلغار کے لیے افغانستان کو ہدف بھی ڈکلیر کردیا۔ بعد میں ایک موقع پر سی آئی اے کے سینئر ایگزیکٹو اے بی کرونگارڈ (AB Krongard) نے کہا کہ اسامہ کی گرفتاری کچھ خاص اہمیت نہیں رکھتی۔ اس سے یہ بات بالکل بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ نائن الیون آپریشن کا مقصد افغانستان پر حملہ اور طالبان حکومت کے خاتمے کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

### پہلے سے اخذ کردہ نتائج

طالبان ہدف اور اسامہ بہانہ تھے۔ اسامہ کے امریکہ کے خلاف بیانات طالبان کے خلاف یلغار کا بہانہ بن گئے۔ نائن الیون ایک بہترین موقع تھا۔ عوام الناس کی طالبان کے خلاف کئی سالوں کے پروپیگنڈے سے برین واشنگ ہوچکی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ طالبان کے طریقہ کار اور عملی اقدامات میں کمزوریاں تھیں۔ یقیناً انھوں نے غلطیاں کیں اور طالبان حکومت کے نچلے درجے کے اہلکار قانون کی عمل داری کے سلسلہ میں انتہا پسندی کے مرتکب ہوئے۔ تاہم یہ ایسی چیزیں نہیں جن کو بنیاد بنا کر افغانستان پر حملہ اور قبضہ کو جائز قرار دیا جائے۔ اگر ہم طالبان کے جرائم کا اسرائیل کے صیہونیوں اور دور جدید کے امریکی فاشسٹوں کے جرائم سے تقابل کریں تو صاف نظر آئے گا کہ طالبان کے جرائم تو ان کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تو کیا یہ صورت حال بقیہ دُنیا کے لیے یہ جواز پیدا کردیتی ہے کہ وہ امریکہ اور اسرائیل کے خلاف جارحانہ جنگ شروع کرے، تاکہ ان کی موجودہ حکومتوں کو ہٹا کر ان کے طرز حکمرانی کو تبدیل کیا جائے اور مستقبل میں انہیں انسانیت کے خلاف جرائم سے روکا جاسکے؟

دوسری طرف طالبان کے خلاف سالوں پر محیط پروپیگنڈا نے رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر عوام نائن الیون کے سانحہ کے بعد صرف ایسوی ایشن (طالبان سے تعلق) کی بنیاد پر افغانستان پر حملہ کے جواز کے قائل ہوگئے۔ اگر چہ ان اہم 25 دنوں (11 ستمبر تا 7 نومبر) کے دوران طالبان پر کوئی ایسا الزام نہیں لگایا گیا کہ وہ ان حملوں کے ماسٹر مائنڈ تھے یا انھوں نے عملی طور پر حملوں میں حصہ لیا لیکن اس کے باوجود باقاعدہ تفتیش کے بغیر ایک خودمختار ملک پر نہایت تباہ کن جنگ مسلط کردی گئی۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ انکوائری CNN یا BBC کے چیمبرز میں بیٹھے تبصرہ نگار حضرات کررہے ہوں۔ یہ تو بات نہ ہوئی۔ اس کے لیے تو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو تفتیشی ہنرمندی کے حامل ہوں اور جو کم ازکم ایوی ایشن کی فیلڈ کا علم اور معلومات رکھتے ہوں اور جن کے سیکیورٹی خدشات کے ازالے کا مناسب بندوبست بھی ہوچکا ہو۔ اور وہ ایسے لوگ ہوں جو انجینئرنگ کے میدان کے ماہر ہوں، تاکہ وہ ان عمارتوں کے انہدام کی صحیح صحیح جانچ پرکھ کرسکیں، جو صرف 6.6 سیکنڈ کے وقفہ میں اپنی بنیادوں پر آکر ڈھیر ہوگئیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے، عمارتوں کے اس انداز میں منہدم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے بوجھ کو برداشت کرنے والے ذرائع (یعنی Supports) تمام کے تمام بیک وقت اپنا کام چھوڑ دیں۔ ظاہر ہے، یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں، خواہ کتنی ہی تعداد میں جہازوں سے اوپر والی چھتوں کو ہٹ (Hit) کیا جائے۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تینوں عمارتوں کے انہدام پر کوئی انکوائری نہیں کی گئی ہے۔ یہ دعویٰ کہ یہ انہدام آتشزدگی کا نتیجہ ہے، اس لیے محل نظر ہے کہ ایسی صورت میں تو یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ آگ بلڈنگ کے تمام فرش پر برابر مقدار میں پھیلی ہوئی ہو، اور وہ برابر مقدار میں برابر وقفہ کے لیے تپش کی ایک ہی مقدار فراہم کررہی ہو، تاکہ بوجھ برداشت کرنے والے تمام حصے(Load Bearing) بیک وقت ناکارہ ہوکر گریں۔ یہ بات کسی کے نزدیک بھی قابل یقین نہیں۔ تباہ شدہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کمپلیکس کے کنٹرولر لیری سلورسٹین کا پی بی ایس ڈاکومنٹری میں بیان ہے کہ وہ اور نیو یارک فائر ڈیپارٹمنٹ اس پر متفق ہوگئے تھے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر 7 کو 11 ستمبر 2001ء کے دن بعد از دوپہر گرائیں۔ سلورسٹین نے امریکہ کی تعمیر نو نامی ڈاکومنٹری میں جو بیان دیا، جو پہلی دفعہ 10 ستمبر 2002ء کو سنائی گئی، اُس میں وہ کہتا ہے:

"مجھے یاد پڑتا ہے جب فائر ڈیپارٹمنٹ کے کمانڈر سے مجھے ایک کال موصول ہوئی، جس میں اس نے بتایا کہ انھیں یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ آگ پر قابو پایا جاسکے گا۔ اور میں نے (جواباً) کہا، ہمیں اتنا خوفناک جانی نقصان ہوچکا ہے تو پھر سب سے بڑھ کر جو کام پھرتی کے ساتھ سرانجام دینا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اسے کھینچ کر منہدم کردیا جائے اور انھوں نے اسے کھینچنے (Pull) کا فیصلہ کرہی لیا۔ بس پھر کیا تھا، ہم نے عمارت کو گرتے ہوئے دیکھا۔"

درج بالا بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر 7 کو از خود گرایا گیا۔ نائن الیون کے حالات میں گھرے ہوئے نیو یارک میں کسی بلڈنگ کو کھینچ لینے (Pulling) کے کیا معنی ہوسکتے ہیں، سوائے اس کے کہ اسے (ارادتاً) منہدم کیا گیا ہو۔ تاہم فیڈرل ایمرجنسی مینجمنٹ ایجنسی (FEMA) نے کئی گھنٹوں کی سوچ بچار کے بعد جو رپورٹ تیار کی، اس میں دعویٰ کیا گیا کہ عمارت آتشزدگی کی وجہ سے زمین بوس ہوگئی ہے۔

اب جبکہ عوام نے بھی حقائق میں دلچسپی لینی شروع کردی ہے، عام امریکی شہری دستیاب حقائق کو کھنگال کر کے اپنے جائز سوالوں کے جوابات تک پہنچنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ان سوالات کا سرکاری حلقوں سے صرف ایک ہی جواب آتا ہے، جو ایک سازشی تھیوری (Conspiracy theory) کے سوا کچھ نہیں۔

حقیقت تک پہنچنے کے لیے عوام الناس کی اس معاملے میں دلچسپی کی وجہ یہ ہے کہ حکومت نے تو اتنا بھی کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی کہ ایک غیر جانبدار، جامع اور ہمہ جہتی تفتیش روبہ عمل لائی جائے، جس سے اس سلسلہ میں

پیدا ہونے والے ممکنہ سوالوں کے تسلی بخش جوابات مل سکیں۔

ایک حقیقی تفتیش کا تقاضا تو یہ ہوگا کہ سوالات کی ایک لسٹ تیار کی جائے، مثلاً کیا صرف جہازوں اور آگ سے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے شمالی اور جنوبی ٹاورز منہدم ہو گئے؟ وہ کیا چیز تھی جو ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے انہدام کا باعث بنی؟ وہ معلومات جو 11 ستمبر کو پکڑے جانے والے پانچ ناچتے ہوئے اسرائیلوں کے متعلق تھیں، ان کو ''کلاسیفائیڈ'' کیوں رکھا گیا؟ یہ کیسے ہوا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ساتھ پہلے جہاز کے ٹکرانے سے تقریباً دو گھنٹے پہلے اسرائیلی کمپنی Odigo,Inc میں کام کرنے والے دو اہلکاروں کو نیویارک شہر پر ایک زبردست حملہ کے متعلق ایک تنبیہی پیغام موصول ہوا؟ اور یو ایس ایئر پورٹس نے نائن الیون کو چار ہائی جیکنگز (چار طیاروں کے اغوا) کے خلاف کوئی ردعمل ہی نہیں دکھایا؟ بوکر ایلیمنٹری سکول میں موجود خفیہ ایجنسی (Secret Service) کیوں حرکت میں نہیں آئی؟ اس قسم کے آپریشن کے لیے کس قسم کی ٹیکنکل مہارت کی ضرورت تھی؟ کیا ہائی جیکرز اس پوزیشن میں تھے کہ وہ اس آپریشن کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے اندرونی اور بیرونی طور پر تمام ضروری ساز و سامان بہم پہنچائیں؟ اور یہ کہ اندرونی طور پر جس تکنیکی امداد کی ضرورت تھی، اس کا مہیا کرنے والا کون تھا یا تھے؟

یہ کام اس نوعیت کا ہے کہ پہلے ممکنہ مشکوک لوگوں کی ایک فہرست مرتب ہو، انکوائری کے لیے ممکنہ طور پر موزوں اہلکاروں کا تعین کیا جائے اور انکوائری کے سلسلہ میں مختلف زاویوں کی نشاندہی کی جائے۔ جبکہ حال یہ ہے کہ نائن الیون حادثہ کے لیے کسی تفتیش کے بغیر پہلے ہی سے سوچے سمجھے اور مقرر کردہ نتائج کا اعلان کر دیا گیا۔ تاریخ انسانی کے بدترین دہشت گردانہ واقعہ کے لیے کسی قسم کی انکوائری کے بغیر طالبان پر الزام دھرا گیا۔ کسی انکوائری ٹیم کے تقرر اور انکوائری کے بغیر، صدر اور دیگر کے لیے کوئی رپورٹ اور سمری تیار کئے بغیر، کسی تفتیشی پینل کو مقرر کئے بغیر بارہ گھنٹے سے بھی کم وقت میں پہلے سے طے شدہ فیصلہ سنایا گیا۔ یہ اس ملک میں ہوا جو اس گھڑی بہت ہی سخت انتشار اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار تھا۔

نائن الیون معاملہ کا سب سے زیادہ غیر فطری پہلو یہ ہے کہ انکوائری معجزانہ طور پر تکمیل تک کیسے پہنچی؟ انکوائری کے سلسلہ میں سینئر افسروں کی کسی میٹنگ کے لیے بھی کم از کم تین دن کی ضرورت تھی، کیوں کہ یہ بہت زیادہ انتشار کا وقت تھا۔ ایسے وقت میں امریکی انتظامیہ نے پہلے ہی سے اعلان کر دیا کہ انکوائری کی گئی ہے اور طالبان کا اہم مجرم اسامہ کے ساتھ رابطہ رکھنے کا قصور ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اسامہ کے فنگر پرنٹ ہر جگہ سے دستیاب تھے جن کے متعلق اتنی کثرت سے شہادتیں حاصل ہو چکی ہیں کہ جرم کا چند ہی گھنٹوں میں پتہ لگا لیا گیا! سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا؟ کون سا انتظام کیا گیا تھا؟ کچھ نہیں۔ پھر یہ سب کچھ ناممکن ہے!

پائلٹوں کے متعلق بھی ایک اہم سوال وضاحت طلب ہے کہ اگر وہ ''ریموٹ کنٹرولڈ'' نہیں تھے تو پھر ظاہر ہے کہ ایک خودکش مشن پر تھے۔ یہ یقین کرنا بہت مشکل ہے کہ خود امریکی یا وہ لوگ جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے وفادار ہوں، بقائے حواس کے ساتھ کسی خودکش مشن کا حصہ بنیں۔ اس کی ایک سیدھی سادی وضاحت تو یہ ہو سکتی ہے کہ بعض ہائی جیکر یقیناً امریکہ کے خلاف انتقامی جذبہ رکھتے تھے اور حملہ میں ان کی شرکت دو وجوہ سے ممکن ہے۔ ایک یہ کہ اس حملہ سے امریکہ کو زبردست نقصان پہنچے گا اور دوسرے یہ کہ ان کو اس آپریشن کی وسعت (سکوپ) کا اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ اُس کے نتیجے میں انہیں کتنی خوفناک تباہی سے دوچار ہونا ہوگا اور وہ خود بھی ختم ہو جائیں گے۔ البرٹ پیسٹور اپنی کتاب "Stranger than Fiction" میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہے۔ اس نے جو منطقی نتیجہ اخذ کیا، یہ ہے کہ شائد ''ہائی جیکر کسی اور عرب گروپ سے تعلق رکھنے والے ارکان تھے جو امریکہ کے خلاف نفرت اور غصہ رکھتے تھے۔ انہی کو قربانی کا بکرا بنا دیا گیا، جبکہ ان کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ ان کو آلۂ کار بنانے والے کون لوگ ہیں اور اس مشن کے وسیع تر مقاصد کیا ہیں؟''

ان افراد کا خیال تھا کہ ان کا منصوبہ امریکی حکومت سے پوشیدہ ہے۔ ممکنہ طور پر یہی لوگ تھے جن کو اُسامہ کی طرف یہ پیغام بھیجنے کے لئے استعمال کیا گیا کہ وہ ''عنقریب کچھ کرنے والے ہیں''۔ یہی وجہ ہے کہ اسامہ نے نامہ نگاروں کے سامنے یہ بیانات دینا شروع کر دیئے کہ امریکی قوت کی افسانوی حیثیت کو ریزہ ریزہ کرنا ضروری ہے۔ تاہم اسامہ کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ نائن الیون کے اصل منصوبہ سازوں نے ان چند عربوں کے لیے جو بطور آلہ استعمال کئے گئے، کیا منصوبہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حملوں کے معاً بعد اسامہ نے امریکہ پر ان حملوں پر اظہار ناراضی تو نہیں کیا لیکن اس نے اس میں اپنے ملوث ہونے کی پوری پوری تردید کر دی۔

جو چیز نائن الیون سے متعلق سرکاری کہانی کے ہائی جیکنگ والے حصے کو حد سے زیادہ مشکوک بناتی ہے وہ یہ انکشاف ہے کہ نامزد ہائی جیکروں میں سات اب بھی زندہ اور صحیح سلامت ہیں۔ وائیل اور ولید الشیری دونوں بھائی ہیں اور دونوں زندہ ہیں۔ دیگر جواب بھی زندہ ہیں، ان میں ستم السوقامی، عبدالعزیز العمری، فائض بنی احمد احمد الغامدی، حمزہ الغامدی، محمد البشری، سعید الغامدی، احمد الہزنوی، احمد النامی، ماجد موقد اور سالم العزمی (ناؤف العزمی کا بھائی)۔ ایف بی آئی اس حد تک خاموش ہے جیسے کہ اس نے نامزد ہائی جیکروں کے ناموں کی لسٹ بھی شائع نہ کی ہو۔ ایسے میں نائن الیون کا کمیشن کس حد تک سنجیدہ سمجھا جا سکتا ہے؟

ایک سعودی اہلکار نے سن سنٹی نل (Sun-Sentinel) کو بتایا کہ پانچ ایسے سعودی نژاد لوگوں کی شناخت کو چھپایا گیا جو ایئر لائنز میں پائلٹ، مکینیکس، اور فلائٹ اٹنڈنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ قدرتی طور پر ان لوگوں کی ائیر پورٹس پر نقل و حرکت زیادہ تھی۔ البرٹ پیسٹور کا اخذ کردہ نتیجہ ان الفاظ میں ہے:

''ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ 19 میں سے کم از کم سات ہائی جیکرز زندہ اور صحیح سالم ہیں'' اور یہ کہ 9 ہائی جیکروں کی شناخت پر سوالیہ نشان لگا ہوا ہے؟ کیونکہ ان کے کیس میں شناخت کی ''چوری'' سے کام لیا گیا ہے۔

(جاری ہے)

establishing Khilafah in Pakistan to serve the cause of the Quran. He used to visit USA on regular basis but stopped subsequently after the unfortunate tragedy of 9/11. He started an extended organization of TIP as TINA in the USA, which is alive still in some pockets of this country. He had a great desire that I should join TINA but I asked him: has he any program for the USA? He replied in negative. I, therefore, declined respectfully. However, I am a regular subscriber of his papers and periodicals that help a lot in understanding the on-going Islamic movements of Indo-Pak subcontinent.

One may differ from his political views but his contribution to popularize the message of the Quran in Pakistan, India and around the world is voluminous and a record by itself. The young generation can reach to the message of the Quran directly through his various efforts and eloquent cassettes in different languages of the world. His legacies will be paramount for centuries to come. He has left behind a team of trained and trusted workers, which he groomed patiently for the Iqamah of Allah's Deen in Pakistan and elsewhere in the world. May Allah pardon his sins, if any, multiply reward of his good deeds manifold, place his soul in Jannat-ul-Firdous and give Tawfeeq to Br. Hafiz Akif Saeed who is now the current Ameer of TIP to continue his legendary work incessantly and try to cooperate with his parent body, the JIP, to get his agenda of Iqamat-ud-deen fulfilled. It was his earnest desire and he put me to that task to materialize in early eighties by developing a working cooperation between the two movements but it could not materialize due to negative attitude of some of Jamaat's leaders. The field is still wide open in the context of Pakistan and Mohtaram Akif Bhai should explore every opportunity to attain that end. This is the need of time!

3

# COMMITTED TO THE IDEOLOGY OF PAKISTAN

I am not among those who claim to be ideologically very close to late Dr. Israr Ahmed. Since I became acquainted with him I was overcome with the *Machigot* mishap in which Dr. Sahib had a big, and to some extent, key role. Naturally, some negative feelings grew and many chances of getting closer were lost. The problem of a villager's hesitancy in my nature has remained a hindrance to take any initiative. There were two occasions, once in Abu Dhabi and once during my visit to Lahore when I had a short meeting with him in the Masjid of Bagh-e-Jinnah after Friday prayer which he led there, when Dr. Sahib wanted me to meet him to talk about the matters I had raised in my letters written to him but, unfortunately, I missed both the chances. Around 1987, I went to Lahore especially to see him and stayed in his center but then he was out of the country.

From his days as a student, he was closely linked with the Quran and endeavored a great to go deep in its understanding. Though he could not go around with both Maulana Maududi (RA) and Maulana Ameen Ahsan Islahi (RA) and there was a time when he joined hands with their opponents but he never denied how much his religiosity got polished with their guidance and perception and comprehension of *Deen* got improved making avail of his time spent with both of them. For the last about some years, his sentimentalism and emotionalism had got somewhat normal and he had stopped his extreme expressions against Jamaat-e-Islami and Maulana Maududi (RA) but still his '*Deeni Ghairat*' was full alive.

Besides his vast Quranic study, he had memorized a large amount of Allama Iqbal's poetry and used to make apt references of the verses from Iqbal's poetry. He was committed to the ideology of Pakistan. In his TV talks, we never found him yielding to the secular elements wanting Pakistan to be branded as a secular country. He gained his degree as a physician but devoted himself for the service of *Deen* through his *Daroos-e-Quran*. In spite of his sentimentalism, emotionalism and to some extent extremism in his views he can rightly be portrayed to be the pioneer of the *Rujoo Ilal Quran* movement. He had been bestowed upon with the best eloquence and he made use of this quality to his best. His *Daroos* had won him a large number of audience in Pakistan and also abroad. He had a persuasive and impressive way of talk with his heavy swaying voice.

Now, with all his shortcomings and all his goodness, he has left us to join a "world" where everybody is dealt according to the intentions (*niyyat*). We can and have to pray to ALLAH, the Exalted to forgive what he had done under the sway of weaknesses and give him the best reward for all he had done in obedience of ALLAH and in service of His Deen. Ameen!

In class when I shared the news with students I could not at first explain to myself the calm that suddenly overwhelmed me, perhaps out of a sense of comfort in the hope that he would be in that Happier Place. A student wrote of him, "I would go to Jannat-al-Firdous and meet him there *inshallah*. I would shake hands with him. I always wanted to do that but he has died, you know, so I can't. But in Jannah I shall shake his hands and he will smile and say, 'My son! I am so proud of you."

The Dream lives on, beckoning us!

2

# HIS LEGACIES WILL BE PARAMOUNT

Shamim Siddiqi (New York, USA)

Mohtaram Akif Bhai, Assalamu Alaikum!

In the midst of the tragic departure of Mohtaram Dr. Sahib from this world, I have contributed an article commemorating his divinely gifted services towards the Iqamah of Allah's Deen in Pakistan through epoch-making efforts towards spreading the Message of the Quran through all possible means that are available to mankind. May Allah accept his extremely genuine efforts and reward him profoundly through keeping him in His blessed vicinity of *"Muqarrabeen"*. Simultaneously, it has placed great responsibility on your shoulders to struggle for *Iqamat-ud-deen* incessantly. It will be possible only if you please totally concentrate on two things:

1. Building the requisite team of trustworthy *Da'ees* in thousands and thousands in proportion to the growing population of the land on the pattern Rasulullah (S) did for his blessed time;
2. Trying your utmost to build a unified command of the Islamic forces in Pakistan at least as the *Batil* is extremely organized. That was the great desire of your beloved *Marhoom* father.

I pray to Allah (SWT) to give you the requisite amount of courage, foresight, patience, *Hikmah* and *Tawfeeq* to work on those lines. Allah helps those who struggle in His way [Ref: Al-Ankabut:69]. My humble services will always be available to you, Insha Allah! The

Dr Israr Ahmad Sahib is no more in this world but he left a name that will always be associated in rendering eloquent services to the Quran and its introduction at mass level through his "Daroos-e-Quran", lectures, cassettes, Friday sermons, presenting in easy and understandable language the meanings of the entire Quran during Taraveeh in Ramadan for years together, addressing mass meetings of hundreds and thousands of people in India and Pakistan and writing Tafseer-e-Quran in fluent Urdu and English both for the common man and the students at large. This all was possible for him to accomplish because of the fact that he was a Da'ee ilal-Allah through and through with all its inherent qualities of heart and mind.

He was born in 1932, was an active Muslim youth during Pakistan Movement and then joined Islami Jameeat-e-Tulaba, Pakistan and became its vibrant president in early fifties. That paved his way to become an active Rukn (member) of Jamaat-e-Islami and moved to Lahore, the hub of Pakistan politics. Jamaat participated in the provincial elections of Punjab and could not do well. The controversy started that it should not participate in elections. It became a crisis and, therefore, to resolve the issue an all Pakistan Conference of Jamaat's Arkan [members] was held at Machigot in Rahim Yar Khan district of Punjab in a ginning factory in February 1958. 1035 Arkan (members of JIP) attended this meeting, including 15 from East Pakistan and, fortunately, I was one of them, to decide whether JIP should participate in elections or not!

The meeting continued for five days where Marhoom Israr Sahib opposed and presented his paper that took three hours undisturbed to complete. Maulana Maududi (RA) replied his viewpoints in six hours with logical arguments by thread bear discussion of the history of JIP till that time and soundly proved that election participation was correct for the change of leadership of the country. Out of 1035, Arkan, 1015 supported Maulana's viewpoint and the Resolution was adopted to continue the methodology that JIP was pursuing towards the change of leadership through election process. Late Dr. Israr Sahib differed and resigned from JIP along with Maulana Ameen Ahsan Islahi (RA) and nine other members of Jamaat. Later on, he published his speech of Machigot Ijtema, started his own movement in the name of Tanzeem-e-Islami Pakistan (TIP), and published magazines like Meesaq, Hikmat-e-Quran and many other institutions to augment his movement and

## IN MEMORIUM

1

# THE WAYFARER

Maryam Sakeenah

As I walked through the dust and heat, threading my way through the throng of unfamiliar faces, I felt an indescribable kinship, an invisible bond that linked me to the faces I walked among. We were drawn towards the same --- a personage, a symbol, a phenomenon, an institution, an era, a life larger than Life. I was a nobody among the crowd, one among many, and yet I felt I needed to be there to draw in the moment, to feel the meaning in the cool shade of the towering white minaret and the gentle wind's whisper, to see it writ large, to savour blessedness, to understand what it meant to truly live, and to live well. That was one of the many realizations, which the departure of Dr. Israr Ahmed brought home to me. I looked around at the silent, somber crowd. I felt we were all suddenly bereft, forlorn, derelict. There was the huge, gaping void it would take decades, perhaps centuries to fill.

He was rare, not just as a scholar but as a person too. As a family member, tearfully confided in me how he had been the unifying factor, helping resolve differences, sorting things out, solving problems, strengthening ties; how he had been the advisor, guide, patron, father figure, guardian, comforter, confidante.

There were tearful eyes, one of them a friend's who reminisced of her time at the Quran Academy as a student. She said it had only struck her now that the personal revolution that had given her an entirely new orientation had been just one of the many, many transforming experiences thousands like her had undergone, made possible by the conviction and endeavour of a single 'possessed' man --- a man obsessed with a Single Idea. I had never before understood with such crystal clarity the meaning of "*sadaqa-e-jarya*".

In one of his interviews, Doctor Sahib, in his candid demeanour, had said he did not think he had been successful in any significant measure, except perhaps that his work had helped create religious awareness and inclination among the country's educated middle class. Understated indeed, considering the enormity and significance of the task. His tireless mission spanned decades, and his tenacity in pursuing the goal he believed in with all his soul was commendable. The depth of his knowledge and insight had been garnered over years of painstaking, unaided personal effort. The maturity of his seasoned vision, the sense of balance and the conviction in the face of formidable odds were a rare combination. His passion for the Cause he held dear and strove tirelessly for was powerful and moving. He dreamt alone, and dared to act it out. He was thoroughly immersed in the Quran, thoroughly in love with it. You could not doubt the love, it was so there. He had its glow on the face, its brilliance in the eyes, its ring in the voice. And it was infectious.

As I stepped into the place where he had lived for years, I was instantly struck by the simplicity, as it was so utterly shorn of any semblance of comfort and luxury. "Live in this world as a stranger or a wayfarer." The Wayfarer had lived it out, eyes firmly fixed on the Greater Beyond, and moved on. And when I stepped out of the simple place that had been home to him all those years I noticed the offices of the Tanzeem-e-Islami, the library of the Khuddam-ul-Quran, the hordes of people attired in the beauty of the Sunnah --- bearded, wearing prayer caps --- and the edifying structure of the masjid, I knew I was witnessing an edifying legacy. And all of a sudden I could feel the humungous power, the might, the impact of individual initiative and effort. I could suddenly see the miraculous divine power that invests sincere action, blessing it with *barakah* that outlasts lifetimes, even generations. I could see the unstoppable, spreading luminosity of that lone spark in the blackness. I could see it bursting into flame.

In one of his interviews he had explained how as a child he had been struck with the powerful meaning of the verse by Iqbal: *Woh zamaney mein muazzaz they musalman ho kar, Aur tum khuwar huwe tarik e Quran ho kar*. He said the verse had possessed him, and then there was no turning back. He had been handpicked, marked out, chosen. The Moving Finger was at work. His last Friday lecture barely days before his passing away, was about the meaning of *Shukr* --- gratitude to God --- for being chosen to discover and share and disseminate; for the man that he was, and for the legacy he left. In this last lecture, he mentioned at length the blessings awaiting believers in Al-Firdous, and that only on receiving that true and lasting reward would the actual and full meaning of *Alhamd-o-lillah* be experienced in its totality. "*Jab hum Jannat mein jayein gay*," he had said, "*to sub se pehlay zaban se yehi niklay ga: Alhamd-o-lillah.*"

*Alhamd-o-lillah* for your being there. *Alhamd-o-lillah* for passing it on!

# اظہارِ تشکر

بانی تنظیم اسلامی، صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن وداعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمدؒ 14 اپریل 2010ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسے وقت میں جب کہ ہمارے دل غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے ڈاکٹر صاحب کے ہزاروں عقیدت مندوں کے بے شمار تعزیتی پیغامات ہمارے لیے حوصلے اور دلاسے کا باعث بنے۔ چاہنے کے باوجود ممکن نہیں ہے کہ ہم سب پیغامات کا جواب فرداً فرداً دے سکیں۔ سخت گرمی میں ایک انبوہ کثیر کی جنازے میں شرکت بھی ناقابل فراموش تھی۔ ہم تہہ دل سے اُن سب رفقاء واحباب کے شکرگزار ہیں جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کے لیے مغفرت، درجات کی بلندی اور اُن کے پسماندگان کے لیے صبرِ جمیل کی دعا کی۔ ہم گزارش کرتے ہیں کہ مرحوم کو اپنی انفرادی دعاؤں میں یاد رکھنے کے ساتھ ساتھ تنظیم اسلامی، انجمن ہائے خدام القرآن اور تحریکِ خلافت سے وابستہ رفقاء کار اور کارکنان کے ایمان میں اضافے اور استقامت کی دعا کیجیے۔ خصوصاً ڈاکٹر صاحب کے بیٹے حافظ عاکف سعید جن پر تنظیم اسلامی کی امارت کی ذمہ داری ہے، امتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد کی دعا کے محتاج ہیں تاکہ وہ اپنے والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے اس دینی وقرآنی مشن کو جس کے لیے ڈاکٹر صاحب نے تمام عمر اپنی تمام صلاحیتیں، اوقات اور جان کھپائی، پورے زور و شور اور استقامت کے ساتھ جاری رکھ سکیں۔ پہلے پاکستان اور بعد ازاں کُل روئے ارضی پر دین حق کے غلبے اور نظام خلافت کے قیام کا یہ مشن دراصل نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کی تکمیل کا حصہ ہے، جس کے لیے جدوجہد کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے عقیدت مندوں سے ہماری گزارش ہے کہ مرحوم سے محبت کا تقاضا ہے کہ اِس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ہر مسلمان اپنے جان و مال کی قربانی دیتے ہوئے آگے بڑھے، تاکہ وطن عزیز میں اسلام کا نظام عدل اجتماعی قائم و نافذ ہو۔ آپ حضرات کی یہ جدوجہد ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ بن جائے گی اور خود آپ کے لیے توشۂ آخرت!

## بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پیغام
## نوجوانانِ تنظیم کے نام

چراغ زندگی ہوگا فروزاں، ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں، ہم نہیں ہوں گے

جوانو! اب تمہارے ہاتھ میں تقدیر عالم ہے
تمہی ہو گے فروغ بزم امکاں، ہم نہیں ہوں گے

جیئیں گے وہ جو دیکھیں گے بہاریں زلف جاناں کی
سنوارے جائیں گے گیسوئے دوراں، ہم نہیں ہوں گے

ہمارے ڈوبنے کے بعد ابھریں گے نئے تارے
جبینِ دار پہ چمکے گی افشاں، ہم نہیں ہوں گے

نہ تھا اپنے نصیبے میں طلوعِ سحر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شامِ غریباں، ہم نہیں ہوں گے

ہمارے دور میں ڈالی گئیں تھیں الجھنیں لاکھوں
جنوں کی مشکلیں جب ہوں گی آساں، ہم نہیں ہوں گے

اگر ماضی منور تھا کبھی تو ہم نہ تھے حاضر
جو مستقبل کبھی ہوگا درخشاں، ہم نہیں ہوں گے

کہیں ہم کو دکھا دو اک کرن ہی ٹمٹماتی سی
کہ جس دن جگمگائے گی شبستاں، ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیبِ عنواں، ہم نہیں ہوں گے

اللّٰھم وفقنا ان نقیم نظام الخلافة علی منھاج النبوۃ فی باکستان اولاً وفی کل العالم آخراً اللّٰھم ارزقنا شھادۃ فی سبیلک۔ آمین یا رب العالمین

مرسلہ: انجینئر فیضان حسن، فیصل آباد